کتب فضائل اور تبلیغی جماعت پر
اعتراضات کے علمی جوابات

محدث عصر حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ العالی
شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور

انتخاب وترتیب
محمد زید مظاہری، ندوی
استاد حدیث دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ
سابق مفتی جامعہ عربیہ ہتورا، باندہ

ناشر
ادارہ افادات اشرفیہ، دوبگّا، ہردوئی روڈ لکھنؤ

تفصیلات

نام کتاب	کتب فضائل اور تبلیغی جماعت پر اعتراضات کے علمی جوابات
مرتب	مفتی محمد زید مظاہری ندوی
صفحات	۱۰۴
قیمت	۶۰ / روپئے
سن اشاعت	۱۴۳۴ھ

ویب سائٹ............WWW.alislahonline.com

ملنے کے پتے

☆ دیوبند و سہارنپور کے تمام کتب خانے

☆ مکتبہ ندویہ ندوۃ العلماء لکھنو

☆ مکتبہ اشرفیہ، اشرف المدارس ہردوئی

☆ مکتبہ رحمانیہ، ہتورا، باندہ

فہرست

عرض مرتب

علمی حلقوں میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب مدظلہ العالی کی شخصیت محتاج تعارف نہیں، علمی انہماک اور فن حدیث سے آپ کا اشتغال اور اس اس میں مہارت تمام اہل علم اور اکابر کے مسلمات میں سے ہے، فن حدیث سے اشتغال کے ابتدائی دور میں بھی آپ اپنے اساتذہ اور کبار علماء کے اس درجہ معتمد تھے کہ بہت سی علمی تحقیقات اور احادیث کی جستجو میں شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ وغیرہم جیسے حضرات بھی مراجعت فرماتے اور آپ کی تحقیق ونقل پر اعتماد کرتے تھے۔

اسی زمانہ کی بات ہے جب کہ تبلیغی کام کا عروج ہو رہا تھا دعوت وتبلیغ اور کتب فضائل سے متعلق اہل علم کی طرف سے طرح طرح کے سوالات ہو رہے تھے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحبؒ نے ان کے تفصیلی جوابات علمی انداز میں تحریر فرمائے، آج بھی بہت سے آزاد ذہنیت رکھنے والے تبلیغی جماعت اور اس کے کام، اور کتب فضائل پر اسی نوع کے اعتراضات کر کے لوگوں کے ذہنوں کو گندہ اور بدگمان کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

شیخ الحدیث حضرت ولانا محمد یونس صاحب مدظلہٗ العالی نے ۴۰،۵۰ سال کے عرصہ میں علمی خطوط کے جو جوابات تحریر فرمائے حضرت کے حکم سے احقر نے دو جلدوں میں ان کو مرتب کیا ہے، جلد اول نوادر الحدیث کے نام سے موسوم ہے اور جلد ثانی نوادر الفقہ کے نام سے، جو بڑے سائز میں ہزار صفحات سے زائد پر مشتمل ہے، انہیں نوادر میں ایک باب دعوت وتبلیغ اور تبلیغی جماعت سے متعلق سوالات وجوابات پر بھی مشتمل تھا، جس میں تبلیغ

سے متعلق اہل علم حضرات کی طرف سے کئے گئے سوالات اور اشکالات کے جوابات تحریر کئے گئے ہیں، آزاد ذہن رکھنے والے نام نہاد اہل علم آج بھی ایسے اعتراضات کیا کرتے ہیں ،ضرورت محسوس ہوئی کہ ان سوالات کے جوابات کو علیحدہ رسالہ میں بھی شائع کردیا جائے تا کہ لوگوں کے شکوک وشبہات دور ہوسکیں۔

یہ رسالہ انہیں خطوط کے علمی جوابات کا مجموعہ ہے اللہ تعالیٰ اس کوشش کو قبول فرمائے اور امت کے لئے خیر وہدایت اور اصلاح وحفاظت کا ذریعہ بنائے۔

والسلام

محمد زید

۱۵ر محرم الحرام ۱۴۳۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تبلیغ اور فضائل اعمال سے متعلق متفرق احادیث کی تحقیق

اس حدیث پاک کی تحقیق کہ تبلیغی جماعت کے رہبر کو اللہ تعالیٰ جنت میں رہبر بنائیں گے جو لوگوں کو جنت میں لے جائے گا

سوال: بعض لوگ جماعت کی رہبری کی فضیلت کے بارے میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص جماعت کا رہبر ہوگا قیامت کے دن اللہ میاں رہبر بنا کر جنت میں لے جائیں گے کیا یہ روایت ٹھیک ہے یا نہیں؟

جواب: یہ حدیث بالفاظ مذکورہ فی السوال تو نہیں ملی لیکن بظاہر دو حدیثوں سے یہ مضمون ماخوذ ہے اول حدیث مسلم **"من دل علی خير فله مثل أجر فاعله". ثاني حديث مسلم أيضاً "من سلك طريقاً يطلب فيه علما سلك الله به طريقا إلى الجنة"** اس سے یہ مضمون اس طور پر ماخوذ ہے کہ دال علی الخیر مثل فاعل خیر کے ہے اور یہ دلالت علم کا ایک طریق ہے جس کے بارے میں دوسری حدیث میں ضمانت لی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستہ پر چلائیں گے واللہ تعالیٰ اعلم۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

قدرت کے باوجود معاصی کو دیکھ کر نہ روکنے والے قیامت میں اپنی قبروں سے بندر اور خنزیر کی شکل میں اٹھیں گے

سوال: ماہ ذیقعدہ ۱۴۰۲ھ مطابق ستمبر ۸۲ء وصیۃ العرفان میں حضرت شاہ وصی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ نے (بعنوان مداہنت کی سزا) فرمایا کہ روح المعانی نے ایک حدیث نقل کی ہے کہ خطیب بغدادیؒ حضرت ابوسلمہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ میرے والد نے رسول اللہ ﷺ سے نقل کیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی کہ محمد ﷺ کی جان جس کے قبضہ میں ہے میری امت میں سے بروز قیامت اپنی اپنی قبروں میں سے کچھ لوگ ایسے نکلیں گے جن کی صورتیں بندر اور سور کی سی ہوں گی (العیاذ باللہ) اور یہ اس لئے ہوگا کہ ان لوگوں نے اہل معصیت کو انکی معصیت سے روکنے میں مداہنت (سستی) کی ہوگی یعنی ان کو باجود قدرت کے اس سے روکا نہ ہوگا۔

محمد غفران کٹکی

جواب: یہ روایت علامہ سیوطی نے درمنثور (۳۰۲/۲) میں خطیب بغدادی کی کتاب رواۃ مالک کے حوالہ سے نقل کی ہے وہ کتاب سامنے نہیں ہے اس لئے روایت کے متعلق اسنادی حیثیت سے کلام کرنا دشوار ہے روایت تو جیسی بھی ہو لیکن قدرت ہوتے ہوئے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرنا بہت سخت ہے اور اس سلسلہ میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں سے بعض تم نے مشکوۃ شریف میں پڑھی ہیں اور بہت سی حافظ ابن کثیر نے (۸۳/۲) پر اور علامہ سیوطی نے (۲/ ۳۰۱-۳۰۲) پر درج کی ہیں۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

اس حدیث پاک کی تحقیق کہ جب امت امر بالمعروف ونہی عن المنکر چھوڑ دے گی برکات وحی سے محروم ہو جائے گی

برکات وحی کا مطلب

سوال:- عن أبي هريرة قال: قال رسول الله ﷺ: "إذا عظمت أمتي الدنيا نزعت منها هيبة الإسلام وإذا تركت الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر حرمت بركة الوحي وإذا تسابت أمتي سقطت من عين الله عزوجل".

رواه الترمذي الحكيم في نوادر الأصول قال الحافظ في تخريج الكشاف ص:٦٥ في إسناده البختري بن عبيد وهو ضعيف.اهـ. وقال العراقي في تخريج الإحياء١/٢٥٦ رواه ابن أبي الدنيا في كتاب الأمر بالمعروف من حديث الفضيل بن عياض قال ذكر عن نبي الله ﷺ.

بركة الوحي. سے کیا کیا مراد ہے مفصل تحریر فرمائیں۔

جواب:۔ بسم الله الرحمن الرحيم

صلى الله على محمد وآله وصحبه أجمعين.

آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ برکۃ الوحی کے مصادیق کیا ہیں؟ ظاہر ہے کہ جس کو شریعت کی زبان میں وحی کہا جاتا ہے اسی کی برکت مراد ہوگی اور وہ کیا ہے جس کو زبان شریعت میں وحی کہا جاتا ہے؟ قرآن کریم اور حدیث پاک ہے.

وفسره العزيزي في شرح الجامع الصغير ١/٢٣٩ بالقرآن فقط وفي

الإحياء ص:٢٥٦ قال الفضيل يعني حرموا فهم القرآن اهـ.

حکیم ترمذی نوادرالاصول ص:۷ میں تحریر فرماتے ہیں: أما قوله إذا تركت الأمر بالمعروف والنهي عن المنكر حرمت بركة الوحي فإن في تركهما خذلاناً للحق وجفوة للدين وفي خذ لان الحق ذهاب البصيرة وفي جفاء الدين فقد النور، فيصير القلب محجوباً عن فهم حقائق القرآن والحديث ولطائفه وغوامضه وإن كان القارى من أعلم الناس باللغة وأبصرهم بتفسيره لأن في خذلان الحق صار الصدر مظلماً والقلب محجوباً والذي أشرق صدره بالنور فعلى قلبه تنزل ينابيع الفهم، فيلتذ بلطائف الأوامر والنواهي، يفرح بالوعد ويتحذر بالوعيد انتهى.

كتبه العبد محمد يونس بأمر شيخنا الأستاذ المولى

محمد زكريا شيخ الحديث بمظاهر العلوم ۱۰؍ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ

اس حدیث پاک کی تحقیق کہ ایمان پرانا ہوجاتا ہے جیسے کپڑا پرانا ہوتا ہے

سوال:۔ حضرت شیخ الحدیثؒ نے اپنی تصنیف فضائل ذکر میں دو احادیث نبوی ﷺ کے تراجم درج فرمائے ہیں مجھے اپنی ایک تصنیف کے سلسلہ میں ان دونوں احادیث کے اصل الفاظ کی ضرورت ہے اگر آپ ازراہ مہربانی ان احادیث کا اصل متن اور پورا حوالہ عنایت فرمادیں تو عین نوازش ہوگی۔

پہلی حدیث کتاب مذکور کے (ص۴۷) پر درج ہے کہ ایمان پرانا ہوجاتا ہے

جیسا کہ کپڑا پرانا ہوجاتا ہے اس لئے اللہ جل شانہ سے ایمان کی تجدید مانگتے رہا کرو۔

والسلام احقر محمد عزیز حسن، چوکی حسن خان مرادآباد

جواب:- مکرم ومحترم السلام علیکم

ابھی آپ کا خط ملا حدیث پاک کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

عن عبد الله بن عمرو بن العاص قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: "إن الإيمان ليخلق في جوف أحدكم كما يخلق الثوب فاسئلوا الله أن يجدّد الإيمان في قلوبكم".

رواه الطبراني في الكبير والحاكم في المستدرك ١/٤ قال الحاكم: رواته مصريون ثقات وأقره الذهبي وقال الهيثمي في مجمع الزوائد ١/٥٢: إسناده حسن.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

اس حدیث پاک کی تحقیق کہ ''جو کسی ذمی (کافر) کا حق دبائے گا میں قیامت میں ذمی کی طرف سے وکیل ہوں گا''

سوال: حضرت شیخ کے شجرہ میں ذمی کے حق کے حقوق کی رعایت کے سلسلہ میں اردو میں حدیث کا مضمون درج ہے کہ قیامت میں اس ذمی کی طرف سے میں وکیل ہوں گا جو کسی ذمی کا حق مارے گا انتھی مختصراً اسکی اصل حدیث عربی عبارت بحوالہ ماخذ چاہیے امید ہے کہ تکلیف فرما کر عنایت فرمائیں گے

جواب: شجرہ میں ذمی کی رعایت والی حدیث ابوداؤد شریف میں ہے اور

ابوداؤد ہی کے حوالہ سے مشکوۃ (ص ۳۵۴) میں ہے ولفظه عن صفوان بن سليم عن عدة من أبناء أصحاب رسول الله ﷺ عن آبائهم عن رسول الله ﷺ قال: "ألامن ظلم معاهداً أو انتقصه أو كلفه فوق طاقته أو أخذ منه شيًا بغير طيب نفس فأنا حجيجه يوم القيامة". رواه أبو داؤد (١٥٩/٤).

بندہ محمد یونس عفی عنہ

اس حدیث پاک کی تحقیق کہ مبلغین ومجاہدین جس راستے سے گذر جاتے ہیں وہ راستہ دوسرے راستوں پر فخر کرتا ہے

سوال: وہ لوگ فضائل گشت میں یہ بھی فرماتے ہیں کہ جس راستے سے مجاہدین ومبلغین اسلام گذرتے ہیں بزبان حال وہ راستے دوسرے راستے پر فخر کرتے ہیں یہ بھی ٹھیک ہے یا نہیں؟

جواب: أخرج الطبراني في الأوسط من طريق صالح المرى عن جعفر بن زيد عن أنس بن مالكؓ قال: قال رسول الله ﷺ ما من صباح ولارواح إلابقاع الأرض ينادى بعضها بعضاً يا جارة! هل مربک عبد صالح صلى عليک، أو ذكر الله فان قالت: نعم رأت لها بذلک عليها فضلا.

قال الحافظ الهيثمى فى مجمع الزوائد (٦/٢): صالح المرى ضعيف.

قلت: هو صالح بن بشير المرى الزاهد المشهور معروف عند أهل الحديث، والرجال ترجم له فى الميزان، وضعّفه ابن معين والدار قطنى وقال الفلاس والبخاري: منكر الحديث، وقال النسائي: متروک وقد روى عباس عن يحيى ليس به بأس.

قلت: وأخرجه ابن المبارک في الزهد (ص: ۱۱۳) من هذا الوجه موقوفاً على أنس وأخرج قول ابن مسعود أن الجبل يقول للجبل يا فلان هل مر بک اليوم ذاكر الله تعالى فإن قال: نعم سرّ به.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

فی سبیل اللہ کے مفہوم میں عموم

گشت کے بعد جو نماز پڑھی جائے اس کا ثواب سات لاکھ نمازوں کے برابر ہوتا ہے

سوال: تبلیغی جماعت والے حضرات گشت کی ترغیب دیتے وقت یہ فرماتے ہیں کہ گشت کر کے جو نماز پڑھی جاوے اس کا ثواب سات لاکھ درجہ ہے یعنی ۷ لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے اور اس اللہ کے راستہ میں نکلنے کا اجر بھی اسی طرح ہے کہ ایک روپیہ خرچ کرنے کا ثواب سات لاکھ روپئے خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے اس کے بارے میں بھی حدیث یا قرآن کا ثبوت چاہئے تا کہ تسلی ہو، اگر کوئی ثبوت ہے تو حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی اس تحریک سے پہلے امت مسلمہ اس ثواب عظیم سے محروم کیوں رہ گئی گشت وتبلیغ کا سلسلہ تو تقریباً پینسٹھ سال سے جاری ہوا ہے امید ہے کہ احادیث کے حوالہ سے آپ تشفی فرمائیں گے۔

جواب: اہل تبلیغ کے قول کی دلیل مشکوۃ شریف ص:۳۳۵ کی یہ روایت ہے:

”من غزا بنفسه في سبيل الله وأنفق في وجهه ذلک فله بكل درهم سبع مائة ألف درهم“. رواه ابن ماجه وفى سنده مقال.

سبیل اللہ عرف خاص میں جہاد پر بولا جاتا ہے، لیکن عرف عام میں ہر خیر کے راستے پر بولا جاتا ہے۔ انفاق کا مسئلہ نص روایت سے ماخوذ ہے اور باقی بظاہر استدلال کے طور پر اخذ کیا گیا ہے اور سبیل اللہ کا مفہوم عام مان لینے کی صورت میں طلب علم یا دین کے لیے کسی بھی غرض سے نکلنا بھی اس میں داخل ہو جائے گا اس لیے امت کی محرومی کا مسئلہ پیش نہیں آتا اور اہل تبلیغ اس وقت امت کی عمومی دین سے بے خبری کی بناء پر تبلیغ پر زور دیتے ہیں اس لیے کہ یہ امت کے تمام ہی لوگوں کے دین سے باخبر ہو جانے کا آسان راستہ ہے تجربہ اس کا شاہد ہے۔ فقط والسلام محمد یونس ٢٦/٣/١٤١٤ھ

اس حدیث پاک کی تحقیق کہ جو طالب علم یا جو جماعت جس قبرستان کے قریب سے گذر جاتی ہے چالیس روز تک اللہ تعالیٰ عذاب قبر معاف فرما دیتا ہے

سوال: بعض تبلیغی بھائیوں کی زبانی سنائی دیا ہے کہ تبلیغی گشت اور سفر یا فضائل علم کے متعلق فرماتے ہیں کہ یہ جماعت یا طالب علم جن قبرستان کے قریب سے گذرتے ہیں اس قبرستان کے مردوں کی چالیس روز تک عذاب قبر معاف ہو جاتا ہے کیا یہ حدیث میں ثابت ہے؟ اگر ہے تو بحوالہ کتاب براہ کرم رقم فرما کر تشفی خاطر کریں۔

جواب: **قال التفتازاني فی شرح العقائد ص ١٢٣ قال علیه الصلاة والسلام إن العالم والمتعلم إذا مرّ علی قریة فإن اللّٰہ تعالیٰ یرفع العذاب عن مقبرة تلک القریة أربعین یوماً انتهی قال علي القاري في الموضوعات الکبیر ص٢٤ قال الحافظ جلال الدین السیوطي: "لا أصل له".** محمد یونس عفی عنہ

اللہ کے راستہ میں ایک ساعت حجر اسود کے سامنے ساری رات عبادت سے افضل ہے

فی سبیل اللہ کی تشریح اور اس کا مصداق

سوال: ایک حدیث جو فضیلت جہاد حقیقی پر مشتمل ہے یعنی اللہ کے راستے میں ایک ساعت ٹھہرنا شب قدر میں حجر اسود کے سامنے کھڑے ہو کر ساری رات عبادت کرنے سے افضل ہے یہ حدیث ہمارے موجودہ تبلیغی جماعت پر منطبق ہوگی یا نہیں براہ کرم اس اشکال کو مضبوط دلیل سے رفع فرمادیں؟

جواب: هذا الحديث أخرجه ابن حبان في صحيحه والبيهقي وغيرهما من طريق مجاهد عن أبي هريرة رضي الله عنه أنه كان في الرباط ففزعوا إلى الساحل ثم قيل: لابأس، فانصرف الناس وأبو هريرة واقف، فمر به إنسان فقال: ما يوقفک يا أبا هريرة فقال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: ”موقف ساعة في سبيل الله خير من قيام ليلة القدر عند الحجر الأسود“ وكذا في الترغيب (۱/۲۲٦).

فی سبیل اللہ کے دو اطلاق ہیں ایک خاص یعنی جہاد اور یہی معنی عند الاطلاق متبادر ہوتے ہیں اس لیے کہ اہل عرف نے عام طور پر اسی میں استعمال کیا ہے۔

ثانی ہر وہ کام جو اللہ کے لیے ہو حضرت شیخ عبدالحق محدث دھلویؒ شرح مشکوۃ میں لکھتے ہیں:

وفی سبیل الله كناية عن السعي إلى الجهاد، وهو المتعارف في

الشرع وقد يراد به السعي إلى الحج والرزق الحلال، كذا في حاشية الترمذي (۱/۱۹٦) یہ دونوں استعمال حضرات محدثین کرام وفقہاء عظام ؒ سبھی نے کیا ہے۔

امام بخاریؒ، بخاری شریف کتاب الجمعہ (۱۲۴) میں ترجمہ منعقد فرماتے ہیں باب المشي إلى الجمعة اوراس میں یہ حدیث ذکر فرماتے ہیں من اغبرت قد ماہ في سبيل الله حرمه الله على النار. بعض شراح نے اثبات ترجمہ میں دور دراز کی تاویلیں کی ہیں لیکن بندہ کے نزدیک صحیح یہی ہے کہ بخاری نے فی سبیل اللہ ہی کے لفظ سے استدلال کیا ہے کما صرح بہ العینی وغیرہ اوراس سے زیادہ قوی یہ ہے کہ خود صحابی نے فی سبیل اللہ کے مفہوم کو جہاد سے اعم سمجھا ہے جیسا کہ بخاری شریف کی روایت سے واضح ہے بخاری فرماتے ہیں: حدثنا علي بن عبد الله حدثنا الوليد بن مسلم قال: حدثنا يزيد بن أبي مريم قال: حدثنا عباية بن رفاعة قال: أدركني أبو عبس وأنا أذهب إلى الجمعة فقال: سمعت رسول الله ﷺ من اغبرّت قدماه في سبيل الله حرمه الله على النار.

حضرت ابوعبس عبدالرحمٰن بن جبیر نے فی سبیل اللہ کو جہاد سے اعم مراد لیا ہے اسی لیے تو مشی فی سبیل للہ کی فضیلت کے مقام میں اس حدیث سے استدلال فرمایا ترمذی شریف میں عبایۃ بن رفاعہ تابعی کا اس معنی اعم پر حمل کرنا مذکور ہے اور کوئی استبعاد نہیں کہ دونوں ہی نے اپنے اپنے وقت پر کیا ہو ابن بطال اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں: والمراد من "في سبيل الله" جميع طاعاته۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں (٦/٢٣) وهو كما قال، إلا أن المتبادر عند الاطلاق من لفظ "في سبيل الله" الجهاد وقد أورده المصنف يعني البخاري في فضل المشي إلى الجمعة استعمالا للفظ في عمومه انتهى.

اسی طرح فقہاء مصارف زکوۃ میں فی سبیل للہ کے مفہوم میں مختلف ہیں کہ آیا منقطع الحاج مراد ہیں **كما هو قول محمد أو منقطع الغزاة كما هو قول أبي يوسف والمسئلة مذكورة في الهداية والمبسوط وغيرهما من كتب المذاهب، وقال الحافظ: "الأكثر على أنه يختص بالغازي" وعن أحمد وإسحاق: "الحج من سبيل الله"** جب فی سبیل اللہ کا اطلاق جہاد کے ماسوی پر ہوسکتا ہے تو پھر اس عموم میں تبلیغی اسفار کو داخل ماننے میں بظاہر کوئی استبعاد نہیں ہے جبکہ دونوں کی غرض اعلاء کلمۃ اللہ ہی ہے یعنی جہاد بالسنان اور تبلیغی اسفار یعنی جہاد باللسان والبیان البتہ جو فضائل خاص طور سے جان فروشی اور سر کٹانے کے بارے میں وارد ہیں اس میں ان اسفار کو داخل ماننا اشکال سے خالی نہیں ہے واللہ اعلم۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

تعلیم وتبلیغ کا درجہ نفلی عبادت سے بڑھ کر ہے

یہ بالکل صحیح ہے کہ ایسی نفلی عبادت جس کا نفع صرف عابد کو پہنچے چاہے کتنی ہی بڑی ہو، تعلیم وتبلیغ کا درجہ اس سے بڑا ہے لیکن تبلیغ کو تعلیم پر ترجیح دینا یا اس کا عکس مناسب نہیں یہ غالی لوگوں کا کام ہے دونوں ضروری ہیں اور بعض مواقع میں بعض کو دوسرے پر عارضی تقدیم ہوسکتی ہے۔

محمد یونس عفا اللہ عنہ

یہ کہنا صحیح نہیں کہ تعلیم و تعلّم یعنی پڑھنا پڑھانا نمبر دو پر ہے اور تبلیغ نمبر ایک پر ہے

تعلیم کے بغیر تبلیغ محال ہے صحابہ نے پہلے علم سیکھا پھر تبلیغ کی

سوال: کچھ لوگ کہتے ہیں کہ علم دین کا پڑھنا اور پڑھانا نمبر دو پر ہے اور تبلیغی جماعت میں کام کرنا نمبر ایک پر ہے؟

جواب: تعلیم و تبلیغ دونوں ضروری ہیں آپ مستقلاً تعلیمی کام کریں جب تعطیل کے ایام ہوں تو تبلیغ کے لیے بھی سفر کرلیا کریں، اہل تبلیغ کا اصرار اور نمبر ایک و دو کہنا ان کی اپنی سمجھ کے اعتبار سے ہے، علم کے بغیر تبلیغ محال ہے۔ اور علم کے لیے تعلیم ضروری ہے، صحابہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں علم بھی سیکھتے تھے اور تبلیغ بھی کرتے تھے مالک بن الحویرث کے ساتھی اور اسی طرح وفد عبدالقیس جب آئے تو پہلے علم سیکھا اس کے بعد واپسی پر ان کو تبلیغ کا حکم دیا گیا۔

محمد یونس عفا اللہ عنہ

فارغ ہونے والے طلبہ کے لئے

حضرت اقدس شیخ مدظلہ کی چند نصیحتیں

بخدمت گرامی مرتبت حضرت مولانا محمد یونس صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج سامی بعافیت ہوں گے بندہ رضوان محمد رافع ساکن آسٹریلیا متعلم دارالعلوم اسلامیہ عربیہ ماٹلی والا بھروچ گجرات اس سال دورہ حدیث کی تکمیل کرکے آئندہ مہینہ سند فراغت اور دستار فضیلت پا رہا ہے **الحمد للہ علی ذلک** ۔

بعدہ وطن کے لئے عازم ہے لہٰذا آنحضرت مدظلہ سے عرض ہے کہ مجھے ادعیہ صالحہ اور نصائح غالیہ سے نوازیں......شکریہ والسلام مع الاحترام

عزیزم سلمہ............السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عزیز من آپ نے دین کا علم پڑھا ہے اس لئے آپ اپنے لئے اسی کو منتخب کریں، اسی کے تقاضوں کو پورا کرنے کی کوشش کریں چند باتیں لکھتا ہوں جو اپنے اور اپنے دوستوں کے لئے پسند کرتا ہوں:

(۱) تصحیح نیت واخلاص کا اہتمام

(۲) اتباع سنت پر مداومت

(۳) معاصی سے کلی اجتناب اور مواقع معاصی سے حتی الوسع دوری

(۴) تعلیم دین سے اشتغال اور اشاعت دین کی مکمل فکر

(۵) تبلیغ سے حتی الوسع ربط

(۶) تزکیہ اصلاح کی غرض سے اہل اللہ سے تعلق اور ان کی ہدایات پر عمل

(۷) اصلاح فیما بین المسلمین کا اہتمام اور منازعت سے کلی گریز

(۸) قدرے نوافل کا اہتمام

(۹) اپنے اندر اللہ پاک کی محبت پیدا کرنے کی فکر۔

محمد یونس مظاہر علوم سہارنپور............۱۲/۷/۱۴۱۱

ایک اور اہم نصیحت

تعلیم وتدریس کے ساتھ حسب استطاعت تبلیغ میں بھی حصہ لینا چاہئے

عزیزم سلمہ............السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

دین سیکھنا اور اس پر عمل کرنا اور دوسروں کو سکھانا سبھی ضروری ہے تدریس وتعلیم میں بھی مشغول رہنا چاہئے اور حسب استطاعت تبلیغ میں بھی حصہ لینا چاہئے حدیث پاک میں ہے: ''**إن اللّٰہ تعالی لم یبعثنی معنتا ولامتعنتا ولکن بعثنی معلمامیسرا**''

رواہ احمد (۳/ ۳۲۸) ومسلم (۱/ ۴۸۰) عن جابر، مسند دارمی سنن ابن ماجہ ص:۲۱ میں عبداللہ بن عمرو بن العاص کی حدیث میں **إنما بعثنی مُعلِّمًا** ہے۔ دیکھو مشکوۃ ص:۳۶۔

مسند احمد میں ۴/ ۱۰۱ حضرت معاویہ کی حدیث میں ہے **إنما انا مبلغ واللہ یھدی**، (مسلم ۱/ ۴۸۲) ترمذی ۴/ ۲۰۵ میں حضرت عائشہ کی حدیث میں ہے:

إن اللہ أرسلنی مبلغا ولم یرسلنی متعنتا ہے یہ مسلم کے الفاظ ہیں، ترمذی کے الفاظ: **إنما بعثنی اللہ مبلغا ولم یبعثنی متعنتا** ہیں **وفی سندہ انقطاع.**

العبد محمد یونس عفا اللہ عنہ

(شیخ الحدیث جامعہ مظاہر علوم سہارنپور)

قرآن پاک کی ایک آیت سیکھ لینا سو رکعت نفل پڑھنے سے بہتر ہے اور کسی ایک شرعی مسئلہ کا سیکھ لینا ہزار رکعت نفل سے افضل ہے

سوال: ''باب من العلم يتعلمه أحب إلينا من ألف ركعة تطوع''.

جامع ابن عبدالبرص:۳۰ تنزیہ الشریعۃ عن ابن عباس ۱/ ۲۷۸، ترغیب ۱/ ۲۶۰ باسناد حسن۔

جواب:هذا الحديث جاء من ثلاث طرق ذكرت في السوال.

الطريق الأول: أخرجه البزار كما في كشف الأستار ١/١٣٢ والخطيب في ''الفقيه والمتفقه ١/١٦'' وابن عبدالبر في ''جامع بيان العلم'' من طريق الحجاج بن نصير عن هلال بن عبدالرحمن الحنفي عن عطاء بن أبي ميمونة عن أبي سلمة عن أبي هريرة وأبي ذر. قالا : باب من العلم تتعلمه أحب إلينا من ألف ركعة تطوعاً. وباب من العلم تعلمه عمل به أو لم يعمل أحب إلينا من مائة ركعة تطوعاً. وقالا : سمعنا النبي صلى الله عليه وسلم يقول: إذا جاء الموت طالب العلم وهو على هذه الحال مات وهو شهيد وهذا الإسناد واه.

قال العقيلي: هلال بن عبدالرحمن منكر الحديث.

والطريق الثاني: قال ابن النجار أنبأنا عبدالواحد بن عبدالسلام أنبأنا أبو على أحمد بن أحمد بن على الخزار أنبأنا أبوالحسن محمد بن أحمد النحاس أنبأنا أبو الحسين علي بن محمد بن عبدالله بن بشران أنبأنا عثمان بن أحمد بن يزيد الدقاق حدثنا إبراهيم بن جعفر

حدثنا محمد بن مهدي بن هلال الأسدى حدثني أبي عن محمد بن زياد عن ميمون بن عمران عن ابن عباس عن النبى صلى الله عليه وسلم قال :

من تعلم بابا من العلم عمل به أو لم يعمل كان أفضل من صلاة ألف ركعة، فإن هو عمل به أو علمه كان له ثوابه وثواب من يعمل به إلى يوم القيامة.

قال السيوطي في ذيل اللآلي ص ٤١ محمد بن زياد اليشكري كذاب يضع الحديث وأقره ابن عراق فى تنزيه الشريعة ١/٢٧٨.

والطريق الثالث: قال ابن ماجه ص ٢٠ حدثنا العباس بن عبدالله الواسطي ثنا عبدالله بن غالب العبّاداني عن عبد الله بن زياد البحراني عن علي بن زيد عن سعيد بن المسيب عن أبي ذر قال : قال لي رسول الله صلى الله عليه وسلم يا أبا ذر لأن تغدو فتعلم أية من كتاب الله خير لک من أن تصلى مائة ركعة ولأن تغدو فتعلم بابا من العلم عمل به أو لم يعمل خير من أن تصلي ألف ركعة.

قال المنذري في هذا الإسناد: حسن، قلت فى هذه الطرق ما يدفع دعوى البطلان الذي أشار إليه السيوطى ثم ابن عراق.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

ہم نے پہلے ایمان سیکھا پھر قرآن

سوال: أين قول الصحابة تعلمنا الإيمان قبل أن نتعلم القرآن؟.

الجواب:- أخرجه ابن ماجة ص: ٧ من طريق حماد بن نجيح عن أبي عمران الجوني عن جندب بن عبد الله قال: كنا مع النبى ﷺ ونحن فتيان

حزاورة فتعلمنا الإيمان قبل أن نتعلم القرآن ثم تعلمنا القرآن فازددنا به إيماناً.

وإسناده صحيح كما قال العراقي وزاد الطبراني فيه: "وأنتم اليوم تعلمون القرآن قبل الإيمان" وهو صحيح أيضاً وله شاهد من حديث ابن عمر أخرجه الحاكم وصححه على شرط الشيخين والبيهقي: "لقد عشنا برهة من الدهر وإن أحدنا يؤتي الإيمان قبل القرآن" كذا في تخريج الإحياء ٦٨/١ وراجع الإتحاف ص:٤٢٤ ۔ محمد یونس عفی عنہ

دین کے لیے تھوڑی دیر غور وفکر کرنا ساٹھ سال عبادت سے بہتر ہے

سوال: ایک حدیث جو لوگوں کے منہ سے سنائی دیتی ہے کہ تفکر ساعة خير من عبادة ستين سنة أو ثمانين سنة أو كما قال عليه السلام یہ حدیث صحیح ہے یا نہیں اگر ہے تو یہاں فکر سے کون سی فکر مراد ہے اور کس قسم کی فکر مطلوب ہے؟

جواب: حديث تفكر ساعة خير من عبادة ستين سنة.

هذا الحديث أخرجه أبو الشيخ في كتاب العظمة من طريق عثمان بن عبدالله القرشي عن إسحق بن نجيح الملطي عن عطاء الخراساني عن أبي هريرةؓ مرفوعاً: "فكرة ساعة خير من عبادة ستين سنة".

وأورده ابن الجوزي في الموضوعات وتعقبه السيوطي في اللآلي ص:٣٢٧ بأن العراقي اقتصر في تخريج الإحياء على تضعيفه.

قلت: هذا عجيب من السيوطي فإن العراقي لما ذكر قول الغزالي في الإحياء ٣٦١/٤ حديث: تفكر ساعة خير من عبادة سنة قال: أخرجه ابن حبان في كتاب العظمة من حديث أبي هريرةؓ بلفظ "ستين سنة" بإسناد

ضعيف ومن طريقه ابن الجوزي في الموضوعات ورواه أبومنصور الديلمي في مسند الفردوس من حديث أنسؓ بلفظ: ثمانين سنة، وإسناده ضعيف جداً ورواه أبوالشيخ من قول ابن عباس بلفظ "خير من قيام ليلة" انتهى.

فهذا قد عقبه العراقي لكلام ابن الجوزي، والعراقي يتجنب الحكم بالوضع كما علمت بإستقراء كلامه فلذا حكم بالضعف ثم عقبه بإيراد ابن الجوزى له في الموضوعات ولم يتعقبه بالرد و ذكر السيوطي في اللآلي بعض شواهده منها: ما أخرجه الديلمي من طريق سعيد بن ميسرة البكري البصري عن أنس قال: "تفكر ساعة في اختلاف الليل والنهار خير من عبادة ألف سنة".

قلت: وسعيد بن ميسرة قال البخاري: عنده مناكير، وقال أيضاً: منكر الحديث. وقال ابن حبان: يروى الموضوعات كذا ذكر الذهبى في الميزان. وأورد في ترجمته أحاديث وقال: روي له ابن عدي هذه الأحاديث وقال هو مظلم الأمر.

قال الحافظ ابن حجر في اللسان: قال أبوحاتم : ليس يعجبني حديثه وهو منكر الحديث، ضعيفه، يروي عن أنس المناكير. وقال أبو أحمد الحاكم : منكر الحديث، وذكره ابن الجارود والساجي في الضعفاء وأخرج أبو الشيخ في العظمة من طريق عمر و بن قيس الملائى قال: بلغني "أن تفكر ساعة خير من عمل دهر من الدهر".

ان ساری عبارات سے حدیث کا مقام خود متعین ہوجاتا ہے بظاہر مرفوعاً ثابت ہونا مشکل ہے، اس لیے کہ کوئی طریق علت قادحہ سے خالی نہیں ہے، اوراگر ثابت ہوجائے تو

پھر اس کی توجیہ یہ ہوگی کہ جس قدر تدبر وتفکر ہوگا اسی قدر اپنی ذلت اور بے مائیگی اور حق تعالی کی عظمت وکبریائی پیش نظر ہوگی جس کا ثمرہ خشیت باری تعالی مرتب ہوگا نیز تفکر اگر آلاء اللہ میں ہوتو شکر وشوق پیدا ہوگا اور پھر بڑھتے بڑھتے یہی راسخ ہوکر نسبت یادداشت بن جائے گا جو عین مقصود سالکین ہے بظاہر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ تو ثابت نہیں ہیں لیکن تقریر بالا کے پیش نظر معنیٰ ثابت ہیں اور اس کا شاہد آیت شریفہ:

''إِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالأَرْضِ وَاخْتِلافِ اللَّیْلِ وَالنَّھَارِ لآیَاتٍ لأولِی الأَلْبَاب اور آیت: **إِنَّ فِی ذٰلِکَ لَعِبْرَۃ لأُوْلِی الأَبْصَار** وغیرہ ہیں۔

فکرونظر سے مراد وہی فکرونظر ہے جو معرفت حق کا سبب ہو ورنہ ایسا فکرونظر جو ملحدوں کو ہوتا ہے تو عین بعد وسبب عذاب ہے۔

قال ابوعلی الروذباری:

التفکر علی أربعة أوجه: فکرة في آیات الله، و علامتها تولد المحبة، وفکرة في وعد الله بثوابه، وعلامتها تولد الرغبة، وفکرة في وعیده تعالیٰ، وعلامتها تولد الرهبة، وفکرة فی جفاء النفس مع إحسان الله، وعلامتها تولد الحیاء من الله تعالیٰ۔

(طبقات شافعیہ ۱۰۱/۲) واللہ اعلم

بندہ محمد یونس عفی عنہ

جولوگوں کومشقت میں ڈالے اللہ اس کومشقت میں ڈالے گا

مخدومی حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب مدظلہ کی طرف سے ایک گرامی نامہ ملا تھا اس میں حضرت والا نے ایک ملفوظ تحریر فرمایا تھا جو مجھے بہت ہی پسند آیا اور دل میں یہ خیال ہوا کہ اسے عام لوگوں کے فائدہ کی غرض سے شائع کرادوں بندہ نے حضرت والا سے اجازت طلب کی حضرت والا نے اجازت مرحمت فرمادی لیکن ساتھ میں یہ بھی تحریر فرمایا کہ چونکہ اس میں ایک حدیث پاک ہے اس لئے شائع کراتے وقت اس حدیث پاک کا حوالہ ضرور شائع کریں کہ بغیر حوالہ کے حدیث کا شائع کرنا مناسب نہیں ہے وہ ملفوظ اور حدیث یہ ہے۔

ملفوظ: دوستوں کوکس طرح یہ بات سمجھائی جائے کہ دوسروں کوتکلیف پہنچانے میں اس کوتو نقصان کم ہوتا ہے اپنے کوزیادہ، حضوراقدس ﷺ کے ارشادات کی نہ قدر ہے نہ معلومات۔

حضوراقدس ﷺ کا پاک ارشاد ہے جودوسرے کومضرت پہنچائے اللہ تعالیٰ اس کو مضرت پہنچائے اور جو دوسرے کو مشقت میں ڈالے اللہ تعالیٰ اس کو مشقت میں ڈالے۔تکلیف دہی کی معافی چاہتا ہوں۔ محتاج دعاء

بندہ محمد یعقوب غفرلہ

خادم حضرت اقدس شیخ الحدیث صاحب مدظلہ بمبئی

جواب : مکرم ومحترم زیدمجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابھی ابھی آپ کا خط ملا خیر وعافیت معلوم ہوکر مسرت ہوئی یہاں بھی بحمد اللہ سب طرح عافیت ہے۔

حضرت اقدس مدظلہ العالی نے جو حدیث تحریر فرمائی ہے وہ ایک حدیث کا ترجمہ ہے اس کے الفاظ صحابی کے نام کے ساتھ حسب ذیل ہیں۔

عن أبي صرمة أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: "من ضارّ ضارّ الله به ومن شاقّ شاقّ الله عليه".

رواه أحمد ٣/٤٥٣ والترمذي ٢/١٦ وابن ماجة ١٧٠ وقال الترمذي: هذا حديث حسن غريب.

اور یہ حدیث مشکوۃ شریف ۴۲۸ پر بھی ہے۔اس احقر ناکارہ کیلئے بھی دعائے فلاح دارین کرتے رہیں والسلام۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ ۱۷رشوال ۱۳۹۸ھ

اس حدیث کی تحقیق کہ جو مسلمانوں کا راستہ تنگ کرے اس کا جہاد مقبول نہیں

سوال: معارف القرآن جلد۵ کے ص۲۰ پر یہ حدیث درج ہے "جو شخص مسلمانوں کا راستہ تنگ کردے اس کا جہاد مقبول نہیں" مجھے اس کا حوالہ کتب حدیث سے مطلوب ہے؟

جواب: حدیث نمبر دو ابوداود کی ہے:

عن معاذ الجهني عن أبيه قال غزوة مع النبي صلى الله عليه وسلم غزوة كذا وكذا فضيق الناس المنازل وقطعوا الطريق فبعث نبي الله صلى الله عليه وسلم منادياً ينادي في الناس أن من ضيق منزلا أو قطع طريقاً فلا جهاد له. رواه أبو داود ٣/٤٤٩ قوله قطعوا الطريق قال على القاري في المرقاة ٤/٢١٩ أى بتضييقها على المارة. فقط.

جو مردہ سنت کو زندہ کرے سو شہیدوں کا ثواب پائے

سوال: من أحيى سنتي بعد ما أميتت فله أجر مائة شهيد.

(مولانا سید ابوالحسن علی صاحب ندوی مدظلہ)

جواب: حدیث: "من أحيى سنتي بعد ما أميتت فله أجر مائة شهيد" لم أقف عليه باللفظ المذكور في السوال وذكره المنذري في الترغيب ۲۳/۱ بلفظ قريب منه في الترغيب في اتباع الكتاب والسنة قال:

وعن ابن عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:

"من تمسك بسنتي عند فساد أمتي فله أجر مائة شهيد".

رواه البيهقي من رواية الحسن بن قتيبة، ورواه الطبراني من حديث أبي هريرة بإسناد لابأس به إلا أنه قال : فله أجر شهيد. اهـ.

قلت: "والحسن بن قتيبة ضعفه الأكثر وقال ابن عدي: أرجوا أنه لابأس به" والله أعلم.

بندہ محمد یونس عفی عنہ ۹ر صفر المظفر ۱۳۹۳ھ

اللہ کے راستے میں ایک روپیہ خرچ کرنے سے ایک لاکھ کا ثواب ملتا ہے

سوال: گزارش یہ ہے کہ مربی سے سنا کہ اللہ کے راستہ میں نکل کر اپنے لئے ایک روپیہ خرچ کرنے سے سات لاکھ روپیہ کا ثواب اور ایک مرتبہ سبحان اللہ پڑھنے سے ایسا ایسا ثواب ملتا ہے اب اس کا باسند جواب تفصیلاً فرما کر تسلی فرمائیں۔

الجواب: ایک عمل پر راہ خدا میں سات لاکھ کا ثواب ابن ماجہ کی ایک روایت میں وارد ہے جو متعدد صحابہ سے مروی ہے۔(ابن ماجہ ص ۲۰۳)

قال حدثنا هارون بن عبدالله الحمالي ثنا ابن أبي فديک عن الخليل بن عبدالله عن الحسن عن علي بن أبي طالب وأبي الدرداء وأبي هريرة وأبي أمامة الباهلي وعبدالله بن عمروعبدالله بن عمرو وجابر بن عبدالله وعمران بن حصين كلهم يحدث عن رسول الله ﷺ أنه قال: "من أرسل نفقة في سبيل الله وأقام في بيته فله بكل درهم سبع مأة درهم، ومن غزىٰ بنفسه في سبيل الله وأنفق في وجه ذلک فله بكل درهم سبع مأة ألف درهم". ثم تلا هذه الآية: "والله يضاعف لمن يشاء".

وخليل بن عبدالله قال الذهبي في الميزان: روي عن الحسن لايعرف ماروي عنه سوي ابن أبي فديک. انتهى. وقال الحافظ ابن حجر في التقريب: مجهول. قلت: وفي سماع الحسن عن علي اختلاف مشهور.

قال الذهبى في الميزان: خليل بن عبد الله لايعرف ماروي عنه سوى ابن أبي فديک وقال الحافظ ابن كثير ۱/۳۱۷ : هذا حديث غريب وعزاه لابن أبي حاتم من حديث عمران بن حصين وإسناده إسناد ابن ماجة، وعزاه السيوطي في الدر المنثور لابن ماجه وابن أبي حاتم كليهما من حديث جماعة الصحابة المذكورين وسكت عنه ونقل السندي ۲/۹۰ عن زوائد الحافظ البوصيري أنه قال: في إسناده خليل بن عبد الله.

قال الذهبي لايعرف وكذا قال ابن عبد الهادي.اهـ.

والتضعيف إلى سبع مائة ثابت بالقرآن والأحاديث الكثيرة التي ذكرها ابن كثير ٣١٦/١ والسيوطي والشوكاني وغيرهم.

والزيادة على السبعمائة يؤيده قوله تعالى: "والله يضاعف لمن يشاء". وقوله تعالىٰ: "من ذا الذي يقرض الله قرضاً حسناً فيضاعفه له أضعافاً كثيراً" ولكن التحديد إلى السبع مائة ألف في صورة الخروج وإلى السبعمائة فقط في عدم الخروج لا أعلمه في غير هذا الحديث وهو مراد الحافظ ابن كثير بقوله: هذا حديث غريب. والله أعلم.

ومن الأحاديث الدالة على الزيادة على سبعمائة ما أخرجه البخارى ومسلم ٧٨/١ عن ابن عباس عن رسول الله صلى الله عليه وسلم فيما يروي عن ربه عزوجل قال: إن الله كتب الحسنات والسيئات ثم بين ذلک فمن همّ بحسنة فلم يعملها كتب الله له حسنة كاملة، فإن هم بها فعملها كتبها الله عنه عشر حسنات إلى سبع مأة ضعف إلى أضعاف كثيرة.

قال النووي: فيه تصريح بالمذهب الصحيح المختار عند العلماء أن التضعيف لايقف على سبع مائة، وحكى أبوالحسن أقضى القضاة الماوردي عن بعض العلماء أن التضعيف لايتجاوز سبع مائة، وهو غلط لهذا الحديث. والله أعلم. انتهى.

بندہ محمد عفی عنہ

نماز اور دعاء کی برکت سے ازخود چکی چلنے والی روایت کی تحقیق

سوال: یہاں پر ایک حدیث چل رہی ہے مگر وہ ملتی نہیں ہے کہ ایک صحابی گھر سے

تنگی کی وجہ سے نکل گئے اور کسی کی مزدوری نہیں کی مگر نماز پڑھتے رہے شام کو گھر آئے تو چکی گھوم رہی تھی گھر کے برتن بھر گئے پھر چکی اٹھا کر دیکھا کہ آٹا کہاں سے آتا ہے چکی چلنا بند ہو گئی حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ اگر چکی نہ اٹھاتے تو قیامت تک چلتی رہتی؟

جواب: أخرجه أحمد (۵۱۳/۲) عن أبي هريرةؓ قال: دخل رجل علـى أهلـه فـلـما رأى مابهم من الحاجة خرج إلى البرية فلما رأت امرأته قـامت إلى الـرحى فـوضـعتها وإلى التنور سجرته ثم قالت: اللهم ارزقنا، فـنظرت فإذا الجفنة قد امتلأت قال وذهبت إلى التنور فوجدته ممتلئا، قال فـرجـع الـزوج وقال أصبتم بعدي شيئاً؟ قالت امرأته: نعم من ربنا وقام إلى الرحى فذكر ذلک للبني ﷺ فـقال: "أما أنه لو لم يرفعها لم تزل تدور إلى يوم الـقيـامة" وكـذا رواه البـزار والـطبـرانـي في الأوسط ورجالهم رجال الـصـحـيح غيـر شيخ البزار وشيخ الطبراني وهما ثقتان كذا قاله الهيثمي. (۲۵۷/۱۰). محمد یونس عفا اللہ عنہ

اس حدیث کی تحقیق کہ بعض آدمی ساٹھ برس تک نماز پڑھتے ہیں اور ایک بھی مقبول نہیں ہوتی

سوال: فضائل نماز عکسی (ص۲۷) پر ایک حدیث منقول ہے اس کے متعلق تحقیق مطلوب ہے فضائل نماز کے الفاظ یہ ہیں:

"اور ایک حدیث میں ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ آدمی ساٹھ برس تک نماز پڑھتا ہے مگر ایک نماز بھی قبول نہیں ہوتی کہ کبھی رکوع اچھی طرح کرتا ہے تو سجدہ پورا نہیں کرتا سجدہ

کرتا ہے تو رکوع پورا نہیں کرتا سوال یہ ہے کہ صحاح ستہ میں سے کس کتاب میں یہ حدیث ہے حدیث کی کون سی قسم ہے اس کے رواۃ کون کون صحابی ہیں؟

جواب: حدیث مذکور ترغیب وترہیب تصنیف للامام المنذری (ص:۹۲) میں ہے **ولفظه عن أبي هريرة رضی اللہ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: "إن الرجل ليصلي ستين سنة وما تقبل له صلوة لعله يتم الركوع ولا يتم السجود، ويتم السجود ولا يتم الركوع". رواه أبو القاسم الأصبهاني وينظر سنده.** انتهى (ترغیب مطبوعہ مصر ۱۳۲۴ھ)۔

یہ حدیث صحاح ستہ اور مسانید مشہورہ میں نہیں ہے اور ساری احادیث کچھ صحاح ستہ میں منحصر نہیں ہیں نیز یہ حدیث فضائل کے متعلق ہے اور فضائل میں علماء حدیث احمد بن حنبل وغیرہ نے تساہل روا رکھا ہے امام منذری جو فن حدیث کے امام ہیں انھوں نے اس حدیث کو اپنی کتاب میں نقل فرمایا ہے۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

بحکم حضرت شیخ الحدیث مدظلہ ۱۳/شعبان ۱۳۹۲ھ

اس مسئلہ کی تحقیق کہ "دو پیسے کے عوض سات سو مقبول نمازیں قبول نہ ہونگی"

سوال: حضرت شیخ نے فرمایا کہ دو پیسے کے بدلے میں سات سو مقبول نمازیں قبول نہیں ہوتیں اس کا حوالہ لکھیں؟

جواب: **قال صاحب الدر المختار: "الصلاة لإرضاء الخصوم لا**

تـفيد، بل يصلى لله تعالى فإنّ لم يعف خصمه أخذ من حسناته، جاء أنه يوخذ بدانق ثواب سبع مأة صلاة بالجماعة" اهـ.

قال ابن عابدين ١/٢٩٤ قـوله: جاء أى في بعض الكتب اشباه عن البزازية ولـعـل المراد بها الكتب السماوية أو يكون ذٰلک حديثا نقله العلماء فی کتبهم، والـدانـق بـفتـح الـنـون وكسـرهـا سدس الدرهم، وقوله: "ثواب سبع مأة صلوة بـالجماعة" أى من الفرائض لأن الجماعة فيها، والذي في المواهب عن القشيري "سبـع مأة صلوة مقبولة" ولم يقيد بالجماعة قال شارح المواهب ماحاصله: "هذا لاينافی أن الله تعالى يعفو عن الظالم ويدخله الجنة برحمته" ملخصاً .

بندہ محمد یونس عفی عنہ

مسواک کے ستر فوائد سے متعلق

سوال : بغرض استفادہ مندرجہ ذیل امور کے متعلق احادیث کا ثبوت مطلوب ہے؟

فضائل نماز میں فوائد مسواک کے ذیل میں لکھا ہے کہ علماء نے لکھا ہے کہ مسواک کے اہتمام میں ستر فائدے ہیں۔جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمۂ شہادت پڑھنا نصیب ہوتا ہے کیا اس کے متعلق کوئی حدیث ہے؟

بعد میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس کے بالمقابل افیون کھانے میں ستر مضرتیں ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ مرتے وقت کلمہ نصیب نہیں ہوتا۔

جواب : مسواک کے ستر فوائد اور افیون کے ستر ضرر کے متعلق مجھے کوئی حدیث معلوم نہیں!

بندہ محمد یونس عفی عنہ

کیا باسی روٹی کھانا سنت ہے؟

سئلت هل يسن أكل الخبز البائت الذى يقال له فى الهندية باسى؟ فأجبت.

أخرج الترمذي ٢/٦، من طريق أبي حمزة الثمالي عن الشعبي عن أم هانـي بنت أبي طالب قالت دخل علي رسو ل الله صلى الله عليه وسلم فقال: هـل عـندكم شيء؟ فقلت: لا! إلا كسر يابس وخل، فقال النبى صلى الله عليه وسلم: قربيه، فما أفقر بيت من آدم فيه خل وقال هذا حديث حسن غريب لا نعرفه من حديث أم هانى إلا من هذا الوجه.

قـلـت: ولفظ المشكوة ٢٦٦ بـرواية التـر مـذي إلاخبز يابس وهو لفظ التـرمـذي في شمائله ٩٧ ويستـد ل عـلـى الـمقصو د بما أخرجه مسلم عن أبي هـريـرة لما كان يوم غزوة تبوک أصاب الناس مجاعة، فقال عمر يا رسو ل الله! أد ع بفضل أزوادهم ثم اد ع الله لهم عليها بالبركة فقال: نعم! فدعا بنطع فبسط ثم دعـا بـفـضـل أزوادهم فجعل الرجل يجيء بكف ذرة ويجييء الآخر بكف تمر ويـجـى الآخـر بـكسرة، حتى اجتمع على النطع شيء فدعا رسو ل الله صلى الله عـليه وسلم بالبركة ثم قال: خذوا في أوعيتكم فأخذوا في أوعيتهم حتى ما تركوا فـي العسكر وعاء الا ملاء وه قال فأ كلوا حتى شعبوا وفضلت فضلة فقال رسول الله صـلـى الله عـليـه وسلم أشهد أن لا إله إلا الله وأني رسول الله لا يلقى الله بهما عبـد غيـر شـاک فيـحـجـب عن الجنة“ كذا في المشكوة في باب المعجزات ص:٥٣٨ والـظـاهـر أن الـنبي صلى الله عليه وسلم أيضاً أكل ولايكون ما اجتمع طريا سيمافي غزوة تبوک. والله أعلم :. بندہ محمد یونس عفی عنہ

جمعہ کے دن اسّی مرتبہ درود شریف پڑھنے والی روایت کی تحقیق

سوال: اسی طرح جمعہ کے دن اسی ۸۰ مرتبہ پڑھنے والے درود شریف کے بارے میں اکثر اہل علم کو اس کی صحت کے اعتبار سے کلام ہے۔ میں نے حضرت اقدس کی طرف مراجعت کے لئے کہہ کر گلوخلاصی کی لیکن تشفی کی خاطر آپ کو تکلیف دی ہے۔ براہ کرم تینوں سوال کا جواب تحریر فرمادیں۔

مولوی حسین احمد

جواب: متعدد طرق سے مروی ہے مگر سب میں کلام ہے انس ابو ہریرہ کی روایتیں سخاوی نے القول البدیع میں نقل کی ہیں: **أما حديث أنس فأخرجه الخطيب ١٣/٤٨٩ من طريق وهب بن داؤد بن سليمان الضرير حدثنا إسمٰعيل بن إبراهيم حدثنا عبدالعزيز بن صهيب عن أنس عن النبى صلى الله عليه وسلم قال: من صلى علي يوم الجمعة ثمانين مرة غفرالله له ذنوب ثمانين عاماً، فقيل له: كيف الصلوٰة عليك يا رسول الله! قال: تقول اللهم صَلِّ على محمد عبدک و نبيک ورسولک النبي الأمي وتعقد واحداً، ذكره الخطيب في ترجمة الضرير هذا، وقال لم يكن بثقة، وأورده الذهبي في الميزان وابن حجر في اللسان ناقلاً عن الخطيب، وأقره عليه قال السخاوي ص:١٩٤ ذكره ابن الجوزي في الأحاديث الواهية.**

وأما حديث أبي هريرة فذكره السخاوي في القول البديع ص: ١٩٥ بلفظ قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الصلوٰة علي نور على الصراط، ومن صلى يوم الجمعة ثمانين مرة غفرت له ذنوب ثمانين عاماً".

أخـرجه ابن شاهين في الافراد وغيرها وابن البشكوال من طريقه وأبو الشيخ والضياء من طريق الدار قطني في الافراد ايضاً، والديلمي في مسند الفردوس وأبو نعيم وسنده ضعيف، وهو عند الأزدي في الضعفاء من حديث أبي هريرة أيـضـاً لـكـنــه مـن وجــه آخـر ضـعيف أيضاً، وأخرجـه أبو سعيد في شرف الـمصطفىٰ من حديث أنس والله أعلم وفي لفظ عند ابن بشكوال من حديث أبـي هـريـرة أيضاً: من صلى صلوة العصر من يوم الجمعة، فقال: قبل أن يقوم مـن مـكـانـه، الـلهـم صل على محمد النبي الأمي وعلى آله وسلم تسسليماً ثـمـانين مرة غفرت له ذنوب ثمانين عاماً وكتبت له عبادة ثمانين سنة ونحوه عـن سهـل، كما سيأتي وعن أبي هريرة رضى الله عنه عند الدار قطني مرفوعاً بـلـفـظ "مـن صلى علي يوم الجمعة ثمانين مرة غفر الله له ذنوب ثمانين سنة، قيـل يـا رسـول الله! كيف الصلوٰة عليک، قال تقول: اللهم صل على محمد عبـدک ونبيک ورسـولک الـنبـي الأمـي وتـعـقد واحدة" قال السخاوي وحسـنـهٔ الـعـراقـي، ومـن قبله أبوعبدالله ابن النعمان و يحتاج إلى نظر، وعن سهـل بـن عبـدالله قـال: مـن قـال في يوم الجمعة بعد العصر اللّٰهم صل على محمد النبي الأمي وعلى آله وسلم ثمانين مرة غفرت له ذنوب ثمانين عاماً".
أخـرجــه ابـن البشـكـوال انتهـى، كـلام السـخاوي والحديث الأول ذكره السيـوطـي فـي الجامع الصغير برواية الأزدي في كتاب الضعفاء والدارقطني في الأفراد، وقال المناوي ٢٤٩/٤ قـال الدار قطني: تفرد به حجاج بن سنان عـن عـلـي بـن زيـد ولـم يروه عن حجاج الا السكن بن أبي السكن، قال بن حـجـر فـي تـخـريـج الأذكار والأربعة ضعفاء وأخرجه أبونعيم من وجه آخر

ضعفه ابن حجر انتهى.

قلت: ذكره الذهبي في الميزان في ترجمة زكريا بن عبد الرحمن البرجمي، وقال لينه الأزدي وأشار بذكره في الميزان إلى نكارته، وصرح به ابن حجر في اللسان فذكر الحديث المذكور في ترجمة حجاج بن سنان، وقال: وجدت له حديثاً منكراً. أخرجه الدار قطني في الأفراد من رواية عون بن عمارة عن زكريا البرجمي عنه عن علي بن زيد عن سعيد بن المسيب عن أبي هريرة رفعهُ فذكر الحديث المذكور.

بندہ محمد یونس عفی عنہ ۲۰ ربیع الاول ۱۳۹۷ھ

''جزى الله عنّا محمداً صلى الله عليه وسلم'' درود شریف کی تحقیق

سوال:- ''جزى الله عنا محمداً صلى الله عليه وسلم بما هو أهله'' کا جوثواب حضرت اقدس شیخ الحدیث مدظلہ العالی نے فضائل درود شریف میں درج فرمایا اس کے لحاظ سے بعض ثقہ اہل علم کو اس حدیث کی صحت میں کلام ہے یہ کہاں تک صحیح ہے؟

جواب: أخرجه الطبراني في الكبير والأوسط وأبو نعيم في الحلية وابن شاهين في الترغيب له وأبوالشيخ والخطيب في تاريخه ۳۳۸/۸ والخلعي في فوائده وابن بشكوال والرشيد العطار من طريق هانئ بن المتوكل عن معاوية بن صالح عن جعفر بن محمد عن عكرمة عن ابن

عباس عن النبي صلى الله عليه وسلم قال:

"من قال: جزى الله عنا محمداً صلى الله عليه وسلم ما هو أهله أتعب سبعين كاتباً ألف صباح".

هذالفظ الطبراني والخطيب ولفظ غيرهما: سبعين ملكاً.

قال الهيثمي ١٠/١٦٣: هانئ بن المتوكل ضعيف، وأشار المنذري في ترغيبه ١/٣٠٤ – إلى أنه ضعيف فقال: روي عن ابن عباس، وهذا من عادته أنه يشير إلى ضعف الحديث بهذا اللفظ إذا كان في الإسناد راوٍ قيل فيه كذاب أو وضاع أو متهم أو مجمع على تركه أو ضعفه أو ذاهب الحديث أو هالک أوساقط أو ليس بشئ أوضعيف جداً أو ضعيف فقط ولم يجد فيه توثيقاً كما صرح به في أول ترغيبه.

وأشار الذهبي إلى نكارته فأورده في الميزان في ترجمة هانئ المذكور و تبعهٗ ابن حجر في اللسان.

ولهانئ متابع أخرجه أبو القاسم التيمي في ترغيبه وعنه أبو القاسم بن عساكر و من طريقه أبو اليمن من طريق رشدين بن سعد عن معاوية بن صالح.

قال السخاوي في القول البديع ص:٤٣: وتابعهما أحمد بن حماد وغيرهم كلهم عن معاوية بن صالح والحديث مشهور به كما قال أبو اليمن قال: وكان على قضاء أندلس انتهى، قلت: وكلها ضعيفة.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

جمعہ کے دن سو بار درود شریف پڑھنے سے اللہ تعالیٰ سو ضرورتیں پوری کرے گا

حدیث أنس أخرجه البيهقي في حياة الأنبياء بسند ضعيف وكذا ابن بشكوال وأبو اليمن بن عساكر وهو عند التيمي في ترغيبه، والديلمي في مسند الفردوس له وأبي عمرو بن مندة في الأول من فوائده بلفظ: "من صلى عليّ يوم الجمعة وليلة الجمعة مأة من الصلوة قضىٰ الله له مائة حاجة سبعين من حوائج الآخرة وثلاثين من حوائج الدنيا، ووكل الله بذلك ملكاً يدخلهٗ على قبري كما تدخل عليكم الهدايا، إن علمي بعد موتي كعلمي في الحياة" كذا في القول البديع (ص١٥٦) في الباب الرابع .

بندہ محمد یونس عفی عنہ

اس حدیث کی تحقیق کہ سونے سے قبل چار کام کر کے سویا کرو

سوال : آج کل حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے سوتے وقت کی ایک ہدایت شائع کی جارہی ہے اور دن بدن اس کی اشاعت میں ترقی ہورہی ہے اور اچھے سے اچھے طرز پر شائع کیا جارہا ہے آیا آپ سے منقول ہے یا نہیں یا یہ روایت کس حد تک صحیح ہے۔

حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے ارشاد فرمایا کہ سوتے وقت (۱) چار ہزار صدقہ کر کے (۲) ایک قرآن پڑھ کے (۳) جنت کی قیمت ادا کر کے (۴) دولڑنے والوں میں صلح کرا کے (۵) ایک حج کر کے، سویا کرو۔

حضرت علیؓ نے فرمایا ہم میں یہ کام کون کرسکتا ہے آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ارشادفرمایا:

(۱) چار مرتبہ سورہ فاتحہ پڑھنا چار ہزار صدقہ کرنے کے برابر ثواب ہے۔

(۲) تین مرتبہ قل ہواللہ پڑھنا ایک قرآن پڑھنے کے برابر ثواب ہے۔

(۳) تین مرتبہ درود شریف پڑھنا جنت کی قیمت ادا کرنے کے برابر ثواب ہے۔

(۴) دس مرتبہ استغفار پڑھنا دولڑنے والوں میں صلح کرنے کے برابر ثواب ہے۔

(۵) چار مرتبہ تیسرا کلمہ پڑھنا ایک حج کرنے کے برابر ثواب ہے۔

جواب: مجھے معلوم نہیں یہاں بھی گذشتہ سال بہت اشاعت ہوئی مختصر طور پر تلاش بھی کی اور دوسرے ارباب علم سے استفسار بھی کیا لیکن کہیں پتہ نہ چلا اب اگر آپ تحقیق وجستجو فرما کر معلن کا پتہ لگالیں اور پھر ان سے تحقیق کرلیں تو ہمیں بھی فائدہ ہوجائے۔ بندہ محمد یونس عفی عنہ

حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی رخصتی کے وقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ نصیحتیں کرنے والی موضوع روایت

سوال: الہ آباد سے ایک ماہانہ رسالہ معرفت حق کے نام سے جاری ہے اس کا ایک پرانا شمارہ دسمبر ۶۹ء دیکھ رہا تھا۔ اس میں ایک مضمون نظر سے گذرا اس میں لکھا ہے کہ کتاب سراج الہدایہ سے نقل کیا گیا ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ زہراء کا نکاح حضرت علی سے کیا اور ان کو حضرت علی کے گھر رخصت فرمانے لگے تو اس رات ان کو گیارہ نصیحتیں فرمائیں امت کے لئے ان میں بہترین

سبق ہے فرمایا کہ بیٹی جب علی کے گھر میں داخل ہونا تو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا، دوسرے یہ کہ مکان کے صحن میں جا کر لکڑی پر بیٹھنا اور سر پر بھنے ہوئے دھان (یعنی دھان کا لاوا) بکھیر لینا، تیسرے یہ کہ علی سے کہنا کہ تمہارے دونوں پاؤں دھو کر اس کا غسالہ مکان کے چاروں کونوں میں چھڑک دیں، پانچویں یہ کہ ہمیشہ سرمہ لگایا کرنا، چھٹے یہ کہ بغیر تیل لگائے سر اور بدن نہ دھونا اگر چہ دن میں دو بار یا زائد بار غسل کرنا پڑے اور جب علی تمہاری جانب دیکھیں تو تم اپنی نگاہ نیچی رکھنا، ساتویں یہ کہ غلام زرخرید کی طرح (شوہر کی) تابعدار اور فرمانبردار ہو کر رہنا، آٹھویں یہ کہ اپنے لئے خوشبو اور عطر کا استعمال برابر رکھنا، نویں یہ کہ جب علی کے ساتھ گفتگو کی نوبت آئے تو مسکرا دیا کرنا، دسویں یہ کہ ایک ہفتہ تک کوئی چیز سرکہ و ترشی نہ کھانا، گیارہویں یہ کہ ایک ہی جگہ سات رات و دن نہ رہنا۔ انتہی۔

سند کے اعتبار سے اس حدیث کا کیا مقام ہے نیز یہ کہ کتاب سراج الہدایہ کس درجہ کی ہے۔

شریف احمد بریلوی
ضیاء العلوم ملیان (سنڈیلہ) ضلع ہردوئی
۹۸/۴/۱۷

جواب: سراج الہدایہ کے متعلق تحقیق نہیں ہے اور یہ روایت بے اصل ہے اس کا کچھ مضمون ایک روایت میں وارد ہے مگر ابن حبان نے اسے بے اصل اور موضوع قرار دیا ہے۔

محمد یونس عفی عنہ
شعبان ۹۸ھ

اس حدیث کی تحقیق کہ ظہر سے پہلے کی چار رکعتیں

تہجد کی چار رکعتوں کے برابر ہوتی ہیں

سوال: فضائل نماز میں ایک جگہ لکھا ہے کہ ظہر کی نماز سے پہلے چار رکعتوں کا ثواب ایسا ہے جیسا کہ تہجد کی چار رکعتوں کا ایک جگہ پھر یہ لکھا ہے کہ ظہر سے پہلے چار رکعتیں تہجد کی چار رکعتوں کے برابر شمار ہوتی ہیں۔ یہ چار رکعات کونسی ہیں چاشت کی یا ظہر کی چار سنن قبلیہ؟ غلام قادر حنفی لکھنؤ

جواب: ظہر سے پہلے جن چار رکعتوں کا ذکر ان دونوں حدیثوں میں وارد ہے، بظاہر ظہر کی سنن قبلیہ کی رکعات اربعہ ہیں حافظ منذری محدث (۱/۱۰۳) اور حافظ نور الدین الهيثمي محدث (۲/۲۲۱) وغیرہما کی یہی رائے ہے: وهو رأى مجد الدين أبي البركات ابن تيمية. (نيل الأوطار ۱٦/۳) إذ ذكره كلهم في بيان سنة الظهر. واللہ اعلم۔

فائدہ:۔ حدیث اول سنن سعید بن منصور اور معجم طبرانی میں ہے اور حدیث ثانی ترمذی کتاب التفسیر میں ہے۔ بندہ محمد یونس عفی عنہ

اس حدیث کی تحقیق کہ جو مجھ سے محبت کرتے ہیں فاقہ ان کی طرف تیزی سے آتا ہے

بخدمت شریف جناب حضرت استادنا صاحب مدظلہ العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

گذارش خدمت اقدس میں یہ ہے کہ ایک حدیث کے بارے میں پوچھنا ہے وہ حدیث یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو مجھ سے محبت رکھتے ہیں اس

کی طرف فاقہ (بھوک) زیادہ تیزی سے آتا ہے، اَوکما قال صلی اللہ تعالی علیہ وآلہ وسلم یہ حدیث ہے یا نہیں اگر ہے تو مشکوۃ میں کہاں ہے اور کون سی کتاب میں ہے۔

عزیزم سلمہ

حدیث مذکور مشکوۃ ص:۴۴۸ باب فضل الفقراء میں وارد ہے: **عن عبد الله مغفل قال جاء رجل إلى النبي – صلى الله تعالى عليه وسلم – فقال: إني أحبك قال: أنظر ما تقول، فقال: والله إني لأحبك ثلث مرات، قال إن كنت صادقا فأعد للفقر تجفا فا، للفقر أسرع إلى من يحبني من السيل إلى منتهاه. رواه الترمذي وقال: هذا حديث غريب انتهى. قلت ورواه أحمد والطبراني۔**

والسلام
بندہ محمد یونس عفی عنہ

مہاجرین کے تمام لوگوں سے چالیس یا ستر سال پہلے جنت میں جانے والی روایت

سوال: جمع الفوائد (۲۳۶/۲) میں ایک حدیث ہے: **مسلمہ بن مخلد "سبق المهاجرون الناس بأربعين خريفا يتنعمون فيها، والناس محبوسون للحساب ثم تكون المأة الثانية مأة خريف للكبير" فيه عبد الرحمٰن بن مالك السبائي انتهى. ثم تكون المأة الثانية الخ** کا کیا مطلب ہے؟

جواب: بندہ کے خیال میں یہ لفظ محرف ہے جو دوسری کتب کی مراجعت سے

معلوم ہوسکتا ہے چنانچہ اس کے بعد مجمع الزوائد للحافظ الہیثمی کی طرف مراجعت کی تو یہی ثابت ہوا ولفظه (۱۵/۱۰) عن مسلمة بن مخلد: أن رسول الله ﷺ قال: "سبق المهاجرون الناس بسبعين خريفا يتنعمون فيها والناس محبوسون للحساب ثم تكون الزمرة الثانية مأة خريف". رواه الطبراني وفيه عبدالرحمٰن بن مالک السبائي، ولم أعرفه هكذا وقع في مجمع الزوائد بسبعين خريفاً خلاف ما في جمع الفوائد بلفظ "بأربعين خريفا" وما في جمع الفوائد هو الصواب فقد وقع كذلک في الجامع الصغير للسيوطي، والظاهر أن ما في نسخ مجمع الزوائد من سهو الكاتب، فإن جمع الفوائد مأخوذ من مجمع الزوائد وغيره من الصحاح الستة كما صرح به مؤلفه، وكذا نقل المناوي في فيض القدير (٩٣/٤) كلام الهيثمي في عبد الرحمٰن بن مالک السبائي، ولم يذكر الاختلاف في لفظ الأربعين والسبعين، وكذا لم يذكر العزيزي في السراج المنير، وكذا في الجامع الصغير بلفظ "ثم تكون الزمرة الثانية مأة خريف" قال المناوي في فيض القدير: الله أعلم بمراد رسول الله ﷺ في ذلک" انتهى. أي في معنىٰ تلک الجملة وقال الجفيني في حاشية السراج المنير (٣١٠/٢): "هذه الجملة لم يطلع المحدثون على معناها فالله أعلم بمراد رسوله بذلک" اھ۔

بندہ کے ناقص خیال میں حدیث پاک کا مطلب یہ ہے کہ حضرات مہاجرین تو عام لوگوں سے چالیس سال قبل جنت میں فروکش ہو چکے ہوں گے اور لوگ حساب کتاب میں مشغول ہوں گے اب مہاجرین کے بعد دوسری جماعت کا حساب کتاب سوسال کی مدت میں پورا ہوگا والله أعلم بمراد حبيبه ﷺ.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

وضو سے صغائر معاف ہوتے ہیں یا کبائر؟

سوال: حضرت امام اعظم کی بابت آپ نے فضائل ذکر میں تحریر فرمایا ہے کہ بنظر کشف وضو کرتے ہوئے ایک شخص کو دیکھا جس کے وضو کے پانی سے زنا کیا ہوا گناہ دھل رہا تھا زنا گناہ کبیرہ ہے اور وضو میں صغائر معاف ہوتے ہیں۔

جواب: یہ بات ٹھیک ہے کہ وضو سے صغائر ہی معاف ہوتے ہیں مگر پھر بھی کوئی اشکال نہیں ہے اس لئے کہ بسا اوقات گنہ گار آدمی وضو کرتا ہے اور اپنے دل میں اپنے گناہوں پر نادم ہوتا ہے کہ میں روسیاہ بارگاہ خداوندی میں ملوث حاضر ہو رہا ہوں اور پشیمان ہو کر استغفار کرتا ہے اس وقت وضو کے پانی کے ساتھ گناہ دھل جاتا ہے، صغیرہ ہو یا کبیرہ اس لئے کہ توبہ محقق ہوگئی کیونکہ توبہ کی یہی حقیقت ہے کہ اپنے کئے پر نادم ہو اور آئندہ کے لئے عہد کرے کہ اب عود نہیں کرے گا تو بہت ممکن ہے کہ حضرت امام رحمہ اللہ نے ایسے شخص کے وضو کے پانی کو دیکھا ہو جس کو کیفیت مذکورہ پیش آئی ہو۔

اور دوسرا جواب یہ ہے کہ اثرِ شئی کے نکلنے سے لازم نہیں آتا کہ شئی بھی نکل جائے جیسے کسی کے کپڑے پر بہت سا پاخانہ لگ جائے اور اس پر قدرے پانی ڈال دیا جائے تو پاخانہ کے اثرات اس پانی میں آجائیں گے مگر یہ ضروری نہیں کہ سارا پاخانہ بھی زائل ہو جائے واللہ اعلم۔

محمد یونس غفرلہ

ایک دعاء کی تحقیق جس کے پڑھنے سے مرتے دم تک ثواب ملتا رہے گا

قبلہ الحاج مولانا محمد یونس صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدمت عالیہ میں گزارش یہ ہے کہ میں ماہ فروری میں ایک چلہ کے لئے جماعت میں گیا تھا میرا پورا وقت گجرات میں پالن پور کے پاس علاقوں میں لگا، پالن پور کے گودھرا کے اجتماع سے ایک ہفتہ پہلے ایک جوڑ تھا ایک جوڑ میں شرکت کے لئے عرب کی بھی جماعت آئی تھی جناب مولوی احمد لاڈ صاحب اس کے امیر تھے اس جماعت میں تیونس کے رہنے والے ایک شخص محمد یونس تھے جو کہ پیرس میں انجینئر ہیں انہوں نے اپنے بیان کے دوران ایک دعا بتلائی: ''**یا ربي لک الحمد کما ینبغي لجلال وجھک ولعظیم سلطانک**'' اس کی فضیلت انہوں نے اس طرح بیان کی کہ اس کو ایک بار پڑھنے کا اتنا بڑا ثواب ہے کہ فرشتے اس کو لکھتے لکھتے تھک جاتے ہیں اور اللہ تعالی سے عرض کرتے ہیں کہ ہم تو تھک گئے تو اللہ تعالیٰ ثواب لکھتے ہیں تو میں آپ سے اس کی تصدیق کرنا چاہتا ہوں کہ یہ حدیث اسی طرح ہے یا نہیں، اگر ہے تو کس کی حدیث ہے میں نے دارالعلوم میرٹھ کے صدر مدرس سے اس بارے میں معلوم کیا تو انہوں نے آپ کے لیے بتایا کہ تم اس کی تصدیق سہارنپور سے کرلو ہمارے سامنے تو یہ حدیث آئی نہیں اس لئے آپ سے گزارش ہے کہ آپ اس کے بارے میں لکھیں عین نوازش ہوگی۔

نعیم الدین امیر الدین

جنرل مرچنٹ دہلی بازار میرٹھ سٹی

مکرم ومحترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ابھی آپ کا خط ملا پوری روایت کے الفاظ نقل کرتا ہوں آپ کسی عالم سے ترجمہ معلوم کرلیں۔ **عن ابن عمرؓ ان رسول الله صلى الله عليه وسلم حدثهم أن عبداً من عباد الله، قال: يارب لك الحمد كما ينبغي لجلال وجهك، ولعظيم سلطانك فعضّلت بالملكين فلم يدريا كيف يكتبا! فصعدا إلى السماء، فقال: يا ربنا إن عبدك قد قال مقالةً لا ندري كيف نكتبها، قال: الله وهو أعلم بما قال عبدهٗ ما ذا قال عبدي؟ قالا يا رب إنه قد قال يارب لك الحمد كما ينبغي لجلال وجهك وعظيم سلطانك، فقال الله لهما: أكتباها كما قال عبدي حتى يلقاني فأجزيه بها". رواه أحمد وابن ماجه واسنادهٗ متصل، ورواتهٗ ثقات إلا أنه لا يحضرني الآن في صدقة بن بشير مولى العمريين جرح ولا عدالة. عضلت بالملكين بتشديد الضاد المعجمة أي اشتد عليهما وعظمت واستغلق عليهما معناها كذا في الترغيب (۲۸۵)۔**

محمد یونس عفی عنہ

شام میں ابدال ہونے سے متعلق حدیث کی تحقیق

حضرت سیدی مصلحی ومرشدی شیخی المعظم صاحب لازالت عنایاتکم علینا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بفضلہٖ تعالیٰ بخیر ہوں اور حضرت والا کی خیریت وعافیت کا خواستگار ہوں دیگر امر اینکہ شریعت وطریقت نامی کتاب میں ابدال کے تعلق سے ایک حدیث نقل کی ہے ایک

صاحب نے اس کو صوفیہ کی موضوعات میں سے کہا ہے تو کہاں تک حدیث ذیل صحیح ہے اگر حوالہ بھی ذکر فرمادیں تو نوازش ہوگی آخر دعا کی درخواست ہے فقط۔

حدیث یہ ہے:عن شريح بن عبيد قال: ذكر أهل الشام عند علي وقيل: العنهم يا أمير المؤمنين، قال: لا إني سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم، يقول: الأبدال يكو نون بالشام وهم أربعون رجلاً كلما مات رجل أبدل الله مكانه رجلا يسقى بهم الغيث وينتصر بهم على الأعداء ويصرف عن أهل الشام بهما العذاب. رواه أحمد، شريعت و طريقت ص: ۳۳۸ جابر حسين

عزیز محترم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

یہ روایت موضوع نہیں۔ قال السيوطي في الحاوي ص: ۲۴۲/۲ رجاله رجال الصحيح غير شريح بن عبيد وهو ثقة ولكن قال ابن عساكر: هذا منقطع بين شريح وعلي فإنه لم يلقه انتهى، وقال السخاوي في المقاصد الحسنة ص:۹ رجاله من رواة الصحيح الا شريحا، وهو ثقة وقد سمع ممن هو أقدم من علي، ومع ذلک فقال الضياء المقدسى: إن رواية صفوان بن عبد الله عن علي رضى الله عنه من غير رفع لاتسبوا أهل الشام جما غفيرا، فإن فيها الأبدال قالها ثلثا أولى أخرجها عبد الرزاق ومن طريقه البيهقي في الدلائل، ورواه غير هما بل أخرجها الحاكم في مستدركه مما صححه من قول علي نحوه انتهى.

اس کے بعد حدیث کی قوت کا قرینہ پیش کیا ہے کہ امام شافعی امام بخاری اور بہت سے علماء نے بعض صلحا کے بارے میں کہا ہے: كنا نعده من الأبدال .

بندہ محمد یونس عفی عنہ
۵ صفر المظفر ۱۴۱۷ھ

چند غیر معروف احادیث کی تحقیق

حضرت الاستاذ شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مدظلہم کی خدمت میں ایک سوال آیا جس کا جواب لکھنے کو حضرت موصوف نے بندہ کو ارشاد فرمایا سوال کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک بزرگ محمد پناہ تقریبا دوسو سال قبل لاہور سے آکر بسلسلہ تبلیغ کچھ میں مقیم ہوئے، نہایت باشرع تھے ان کے کتب خانہ کی باقی ماندہ کتابوں میں ایک کتاب میں تارک نماز اور شارب دخان کے بارے میں کچھ احادیث نقل کی گئی ہیں جو غیر معروف ہونے کے ساتھ مضمون کے اعتبار سے بھی غریب ہیں اگر یہ احادیث کتب حدیث میں آپ نے دیکھی ہوں تو تحریر فرمائیں وہ احادیث یہ ہیں۔

(۱) **قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "من سمع الأذان والإقامة ولم يحضر الجماعة فكأنما زنى مع أمه ألف مرات".**

(۲) **قال النبي صلی اللہ علیہ وسلم: "من أعان تارک الصلوة متعمدا بذرة فكأنما زنى مع أمه ألف مرات".**

(۳) **قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: "سيأتي زمان على أمتي يأكل الدخان في فم، وليس من أمتي وليس شفاعة له يوم القيامة".**

(٤) **قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: من أكل البنج مرة فكأنما زنى مع أمه سبعين مرة.**

الجواب : یہ احادیث باوجود کثرت تتبع وتلاش کے کہیں نظر سے نہیں گزریں حتی کہ کتب موضوعہ للاحادیث الموضوعۃ میں بھی ان کا پتہ نہیں چلتا ہے واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد یونس ۸ ربیع الثانی ۸۴ھ

پھر بہت دنوں کے بعد مجموعہ فتاوی لمولانا عبدالحی دیکھنے کی نوبت آئی اس میں یہ عبارت ملی کل دخان حرام ومن أكل البنج لقمة فكأنما زنى بأمه حديث است یانہ۔

جواب در کتب معتبرہ حدیث بنظر نرسیدہ وکسیکہ این راحدیث نوشتہ باشد مجرد نوشتن آں قابل اعتبار نیست اعتبار برقول محدث معتبر ست کہ حدیث را با سند بیان نماید وبعض وعاظ احادیث غیر معتبرہ را برائے تخویف وترغیب ذکرمی کنند واز حال آں احادیث مطلع نمی باشند انتہی ۳/۲۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

سر میں تیل لگانے سے قبل آنکھوں اور بھوؤں میں تیل لگانے والی حدیث

س: علامہ عزیزی نے مناوی کے حوالہ سے ایک روایت ذکر کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب تیل لگاتے تو پہلے دونوں آنکھوں پر لگاتے یہ روایت کہاں ہے؟ یعنی من اخرجہ؟

محمد عبداللہ دہلوی

جواب: أخرجه الشيرازي في الألقاب عن عائشة بإسناد ضعيف مرفوعاً "كان إذا ادهّن صبّ في راحته اليسرى فبدأ بحاجبيه ثم عينيه ثم رأسه" كذا في الجامع الصغير و منتخب كنز العمال ۷۸/۳. برهامش مسند أحمد. بنده محمد يونس عفى عنه ۲۴/ربيع الثانی ۱۳۹۲ھ

ڈاڑھی میں تیل لگانے کی روایت

سوال: معظم ومحترم جناب بھائی محمد یونس صاحب دام مجدہم

بعد سلام مسنون گرامی نامہ ملا جوابات سے مستفید ہوا۔ بہت بہت شکریہ۔ جزاک اللہ فی الدارین۔ البتہ تیسرے سوال کے متعلق عرض ہے کہ میں نے جس حدیث کے متعلق دریافت کیا تھا آپ نے اس کے قریب ایک دوسری کا ذکر فرمادیا میرا سوال ایک دوسری حدیث کے متعلق ہے السراج المنیر میں مناوی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ڈاڑھی میں تیل لگاتے تھے تو پہلے دونوں آنکھوں پر لگاتے تھے پھر ڈاڑھی پر لگاتے تھے۔ یہ روایت کہاں ہے؟

جواب: مکرم زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حدیث إذا ادھن آپ نے خود سوال میں ناقص نقل کی تھی جیسا کہ آپ کے سوال سابق کے الفاظ سے ظاہر ہے، اب اس وقت جو روایت آپ نے دریافت فرمائی ہے سر دست وہ مجھے نہیں ملی، ہاں ایک روایت ڈاڑھی میں تیل لگانے کی اور وارد ہے۔

فأخرج الطبراني في الأوسط عن عائشة رضى الله عنها أن رسول الله صلى الله عليه وسلم كان اذا ادهن لحيته بدأ بالعنفقة، وفيه الحكم بن عبدالله بن سعيد الأيلي ضعيف جداً قال أحمد: "أحاديثه كلها موضوعة" كذا ذكره الهيثمي ٥ / ١٧٠. بندہ محمد یونس عفی عنہ

جمعہ کے دن سرمہ لگانا حدیث پاک سے ثابت ہے یا نہیں؟

میرے علم میں کسی روایت میں جمعہ کے دن سرمہ لگانا ثابت نہیں ہے لیکن تلاش کی ضرورت ہے مجھے فرصت نہیں ہے۔ محمد یونس غفرلہ

ناخن کاٹنے کی کوئی ترتیب حدیث سے ثابت ہے یا نہیں

ناخن کاٹنے میں کوئی ترتیب حدیث میں نہیں آئی ہے امام نووی کی رائے ہے کہ دائیں ہاتھ کے شہادت کی انگلی سے شروع کرے اور ترتیب وار چھوٹی تک کاٹتا جائے پھر انگوٹھے کا ناخن کاٹے اور بائیں ہاتھ میں چھوٹی انگلی سے شروع کرے اور انگوٹھے پر ختم کرے۔ محمد یونس عفی عنہ

''کنگھا کھڑے ہوکر کرنے سے مفلسی آتی ہے'' اس کی تحقیق

سوال: کنگھا کھڑے ہوکر کرنا چاہئے یا بیٹھ کر ایک امیر جماعت نے بتایا کہ کھڑے ہوکر کنگھا کرنے سے مفلسی آتی ہے ایک صاحب کہتے ہیں کھڑے ہوکر بیٹھ کر دونوں طرح کر سکتے ہیں۔ اشتیاق احمد

جواب:- کنگھا کرنا ہر طرح جائز ہے چاہے کھڑے ہوکر ہو یا بیٹھ کر یا لیٹ کر کسی معتبر روایت میں کوئی صورت ہمارے علم میں منقول نہیں ہے صرف ایک غیر معتبر روایت میں یہ آیا ہے کہ **"من امتشط قائما ركبه الدين". رواه ابن عدي في الكامل عن عائشه مرفوعاً.** یعنی اگر کوئی کھڑے ہوکر کنگھا کرتا ہے تو اس پر قرض کا بوجھ لد جاتا ہے لیکن یہ روایت قابل اعتماد نہیں ہے اس کی سند میں احمد بن عبداللہ الہروی الجوئباری اور وہب بن وہب ابوالبختر ی ہیں اور دونوں کذاب دروغ گو ہیں اور موضوع (جعلی) روایتیں بنانے والے ہیں اسی لئے حافظ ابن الجوزی نے اس روایت کو موضوعات ۳/۵۴ میں داخل کیا ہے علامہ سیوطی نے **اللآلي المصنوعة** ۱/ ۲۶۸ اور اپنی دیگر تالیفات میں اور علامہ ابن عراق نے تنزیہ الشریعہ ۲/ ۲۶۹ میں ان کی موافقت کی ہے۔ محمد یونس عفی عنہ ۵/ شعبان ۱۳۹۸ھ

حضرت اسماء کے درد سر کے وقت ہاتھ سر پر رکھنے اور ایک کلمہ کہنے والی روایت

ســـــوال: ایک حدیث میں یہ ہے کہ حضرت اسماء کے سر میں اگر درد ہوتا تو سر پر ہاتھ رکھ کر فرماتی تھیں کہ یا اللہ مجھ سے کیا گناہ ہوا یہ میرے کسی رسالہ میں ہے مگر اس وقت مل نہیں رہا ہے اس کا حوالہ لکھیں؟

حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ

جواب: مخدومنا المحترم دامت برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

وہ حدیث درمنثور میں علامہ سیوطی نے لکھی ہے فرماتے ہیں (۱۰/۶) وأخرج ابن سعد عن ابن أبي ملیکه أن أسماء بنت أبي بکر الصدیقؓ رضي الله عنهما کانت تصدع فتضع یدها علی رأسها، وتقول بذنبي ومایغفره الله أکثر.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

۱۷/ذی الحجہ ۱۳۹۲ھ

اس حدیث کی تحقیق کہ حضرت آدم علیہ السلام نے حضور پاک ﷺ کے وسیلہ سے دعاء مانگی تو توبہ قبول ہوگئی

ایک مسئلہ دریافت ہے کہ میں نے ایک جید عالم سے سنا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام نے جب یہ دعا کی کہ اے اللہ تو میری خطا کو اپنے پیارے حبیب حضرت محمد مصطفیٰ

ﷺ کے وسیلہ سے بخش دے دعا قبول ہوگئی اللہ جل جلالہ نے فرمایا کہ تم ان کا نام کیسے جانتے ہو حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا کہ جب میرے اندر روح پھونکی گئی تو لوح محفوظ میں **لا إلہ إلا اللہ محمد رسول اللہ** لکھا ہوا دیکھا میں نے تقریر میں اسے بیان کیا تو ایک اہل حدیث نے انکار کیا کہ یہ حدیث نہیں ہے اس کا حوالہ کہاں ہے؟

احقر محمد عبدالقیوم مظاہری کٹک

آمدہ خط حضرت شیخ مدظلہ

جواب: حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب

بندہ تو مراجعت کتب سے معذور ہے آپ کا خط اپنے مدرسہ کے موجودہ شیخ الحدیث مولانا محمد یونس صاحب کی خدمت میں بھیج رہا ہوں وہ جواب لکھ کر روانہ کرینگے۔

محمد زکریا

جواب حدیث مذکور علامہ سیوطی نے کفایۃ اللبیب (۱/٦) میں لکھی ہے فرماتے ہیں:

أخرج الحاكم (٦١٥/٢) والبيهقي والطبراني في الصغير (٨٣/٢) وأبو نعيم وابن عساكر عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال: قال رسول الله ﷺ لما اقترف آدم الخطيئة قال: يا رب بحق محمد! لما غفرت لي قال: وكيف عرفت محمدا؟ قال: لأنك لما خلقتني بيدك ونفخت في من روحك رفعت رأسي، فرأيت على قوائم العرش مكتوبا: "لا إله إلا الله محمد رسول الله" فعلمت أنك لم تضف إلى اسمك إلا أحب الخلق إليك، قال "صدقت يا آدم لولا محمد ما خلقتك" انتہی۔

اس کے بعد یہ حدیث معجم صغیر للطبرانی میں مع السند والمتن ملی: ولفظہ

(ص:٢٠٦) (٨٢/٢) حدثنا محمد بن داود بن أسلم الصدفي المصري ثنا أحمد بن سعيد المدني الفهري ثنا عبد الله بن إسماعيل المدني عن عبد الرحمن بن زيد بن أسلم عن أبيه عن جده عن عمر بن الخطاب رضي الله عنه قال: قال رسول الله ﷺ: لما أذنب آدم الذنب الذي أذنبه رفع رأسه إلى العرش، فقال: أسئلک بحق محمد إلا غفرت لي، فأوحى الله إليه، وما محمد ومن محمد؟ فقال: تبارک اسمک لما خلقتني رفعت رأسي إلى عرشک، فإذا فيه مكتوب لاإله إلا الله محمد رسول الله، فعلمت أنه ليس أحد أعظم عندک قدرا ممن جعلت اسمه مع اسمک فأوحى الله عز وجل إليه يا آدم إنه آخر النبيين من ذريتک، وإن أمته آخر الأمم من ذريتک، ولولاه يا آدم ما خلقتک" قال الطبراني لايروى الا بهذا الاسناد وتفرد به أحمد بن سعيد انتهى. وقال القسطلاني في المواهب (٦٢/١ شرح) رواه البيهقي في دلائله من حديث عبد الرحمن بن زيد بن أسلم، وقال تفردبه عبد الرحمن ورواه الحاكم وصححه انتهى.

قلت: عبد الرحمن بن زيد بن أسلم ضعيف.

وقال الذهبي: إنه موضوع وعبد الرحمان بن زيد بن أسلم واه، وعبد الله بن مسلم لاأدرى من ذا، وأخرجه الحاكم في المستدرک (١١٥/٢) من طريق محمد بن إسحاق بن راهويه، قال ثنا أبوالحارث عبد الله بن مسلم الفهري ثنا إسماعيل بن مسلمة أنبأنا عبد الرحمن بن زيد إلى آخره وعلم بذاک إنه وقع في إسناد الطبراني سقط وهو من الكاتب.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

ماثور دعاء میں ’’وبالأسماء الثمانية‘‘ سے

کون سے اسماء مراد ہیں

مرشدی ومولائی حضرت المحترم دامت برکاتہم ومد فیوضہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت حکیم الامت مجدد ملت مولانا اشرف علی تھانوی نے مناجات مقبول میں دعاؤں کے سلسلے میں ایک دعاء ’’**وبالأسماء الثمانية المكتوبة على قرن الشمس**‘‘ شامل کی ہے مگر ان آٹھ ناموں کا کہیں ذکر نہیں فرمایا کہ یہ کون کون نام ہیں بظاہر جو اللہ تعالیٰ کے ۹۹ اسماء حسنیٰ ہیں ان ہی میں سے یہ نام ہوں گے اگر جناب والا کو اس بارے میں تحقیق ہو تو مطلع فرمائیں کہ یہ آٹھ نام کون کون سے ہیں یا ان مقطعات میں سے ہیں جن کا علم پوشیدہ رکھا گیا ہے اور سوائے اللہ کے کسی کو معلوم نہیں۔

خادم حسام الدین غفرلہ دہلی

درخط حضرت شیخ مدظلہ

جواب: المخدوم المکرّم زادت مکارمکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

جملہ مذکورہ اسی طرح ملا علی قاری نے الحزب الاعظم حزب سادس کے اوائل میں بھی ذکر فرمایا مگر کسی مترجم وغیرہ نے بندہ کے علم میں اس کی نشاندہی نہیں کی ہے البتہ مناجات مقبول مطبوعہ اسرار کریمی پریس الہ آباد (ص۲۷) کے حاشیہ پر مولانا سراج الحق مچھلی شہری ثم الہ آبادی نے لکھا ہے ’’**وهي – كما أظن – المتكلم الحي، العليم، القدير، المريد، الخالق، السميع، البصير**‘‘ **والله أعلم اهـ**۔ بندہ محمد یونس عفی عنہ ۲۵ شوال ۱۳۹۲ھ

فضائل ذکر کی ایک حدیث پر نقد اور اس کا جواب

حدیث ضعیف وموضوع کے متعلق ایک اہم ضابطہ

باسمہ سبحانہ

حضرت مولانا محمد میاں صاحب نے فضائل ذکر کی ایک حدیث پر کچھ نقد سا کیا اس سلسلے میں لکھا گیا۔

حدیث: عبد الله بن أبي أوفٰى قال قال رسول الله ﷺ: "من قال لاإله إلا الله وحده لاشريک لـه أحداً صمداً لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا أحد، كتب الله له ألفي ألف حسنة".

رواه الطبراني وفيه قائد أبوالورقاء وهو متروک كذا في مجمع الزوائد (۱۰/ ۸۵) وقال المنذري في الترغيب (۱/۲۷۸) رُوی عن عبد الله بن أبي أوفى، فذكر الحديث وقال: رواه الطبراني.

حافظ منذری نے اس حدیث کو عام احادیث کے خلاف رُوی سے شروع فرمایا اور اس کے بعد اس کی سند پر کوئی حکم نہیں لگایا اس طریق کار کے لیے امام منذری نے مقدمہ ترغیب وترہیب میں ایک ضابطہ لکھا ہے فرماتے ہیں (ص ۳):

"وإذا كان في الإسناد من قيل فيه كذاب أو وضاع أو متهم أو مجمع على تركه أو ضعفه أو ذاهب الحديث أوهالک أوساقط أو ليس بشيء أو ضعيف جدا أو ضعيف فقط أو لم أرفيه توثيقاً بحيث يتطرق إليه احتمال التحسين صدرته بلفظة رُوِی ولا أذكر ذلک الراوي ولا ماقيل

فيـه ألبتة فيـكـون لـلإسناد الضعيف دلالتان تصديره بِرُوِىَ وإهمال الكلام عليه في آخره". انتهى.

ان کے اس ضابطہ سے معلوم ہوگیا کہ یہ حدیث بھی ایسی ہے جو اس ضابطہ میں داخل ہے اس حدیث کے ضعیف ہونے میں تو کوئی کلام نہیں ہے اس لئے کہ فائد بن ابی عبدالرحمٰن الکوفی ابوالورقاء کا ضعف کلمۂ اجماع ہے، ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ یہ حدیث فائد حضرت عبداللہ بن ابی اوفی سے روایت کرتا ہے حضرت حافظ عبدالرحمٰن بن ابی حاتم اپنے والد حافظ ابوحاتم سے نقل فرماتے ہیں:

"وأحـاديثـه عـن ابـن أبـي أوفى بواطيل لاتكاد ترى لها أصلاً كأنه لا يشبه حديث ابن أبي أوفى ولو أن رجلا حلف أن عامة حديثه كذب لم يحنث". انتهى.

حافظ ابوحاتم کا یہ مقولہ حافظ جمال الدین المزی نے **تہذیب الکمال** میں اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے **تہذیب التہذیب** میں نقل فرمایا ہے لیکن حافظ شمس الدین الذہبی نے **میزان الاعتدال** میں اور حافظ ابن حجر نے **تہذیب التہذیب** میں حافظ ابو احمد عبداللہ بن عدی سے نقل کیا ہے کہ وہ فرماتے ہیں: **"ومع ضعفه يكتب حديثه"** اس عبارت سے کچھ معاملہ اہون ہو جاتا ہے۔

ساتھ ہی یہ بات بھی ہے کہ حافظ زکی الدین منذری کا مرتبۂ نقد فی الحدیث معلوم ہے اور انہوں نے اس حدیث کو کتاب الترغیب میں ذکر کیا ہے لہٰذا معلوم ہوتا ہے کہ قابل عمل ہے حافظ منذری مقدمہ ترغیب وترہیب میں رقمطراز ہیں:

"وأضربت عن ذكر ماقيل فيه من الأحاديث المتحققة الوضع".

اس سے پہلے لکھتے ہیں:

"من تقدم من العلماء أساغوا العمل في أنواع من الترغيب والترهيب".

اس سے یہ معلوم ہوا کہ یہ حدیث امام منذری کے نزدیک مقطوع الوضع نہیں ہے اوراس پر عمل کرنے کی گنجائش ہے اور جب ضعیف ہی ٹھہری تو عمل میں تو گنجائش ہے ہی۔

فضائل میں حدیث ضعیف پر عمل کی گنجائش اتفاقی مسئلہ ہے

امام نووی کتاب التبیان فی آداب حملۃ القرآن (ص:۸) میں فرماتے ہیں:

إعلـم أن العلماء من أهل الحديث وغيرهم جوزوا العمل بالضعيف في فضائل الأعمال اهـ.

اور شرح مہذب (۱۲۲/۳) میں لکھتے ہیں: **لـكن الضعيف يعمل فى فضائل الأعمال باتفاق العلماء اهـ.**

وحكى السخاوي في شرح الألفية ص: ١٢٠، نحو ذلک عن عبد الرحمن بن مهدى، وأحمد بن حنبل وابن معين، وابن المبارک، ومنع ابن العربي العمل بالضعيف مطلقاً.

عمل قلیل پر ثواب کثیر کا وعدہ علامات وضع میں سے ہے یا نہیں

ممکن ہے کہ معترض کو یہ شبہ ہو کہ عمل قلیل پر ثواب کثیر کا وعدہ علامات وضع میں سے ہے حافظ سخاوی فتح المغیث میں لکھتے ہیں (ص:١١٤):

قال ابن الجوزي: وكل حديث رأيته يخالف العقول أويناقض الأصول فاعلم أنه موضوع فلا يتكلف اعتباره أى لا تعتبر رواته ولا تنظر فى جرحهم أو يكون مما يدفعه الحس والمشاهدة أو مباينًا لنص الكتاب أو السنة المتواترة أو الإجماع القطعي حيث لا يقبل شيء من ذلک

التأويل أو يتضمن الإفراط بالوعيد الشديد على الأمر اليسير أو بالوعد العظيم على الفعل اليسير، وهذا الأخير كثير موجود في حديث القصاص والطرقية انتهى.

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ وہاں پر ہے جہاں اس کے شواہد موجود نہ ہوں۔ نیز یہاں حدیث متفق علیہ :

"كلمتان خفيفتان على اللسان ثقيلتان في الميزان حبيبتان إلى الرحمن سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم".

حدیث بالا کے لئے شاہد عظیم ہے کیونکہ اس حدیث میں صرف **سبحان الله وبحمده سبحان الله العظيم.** کو ثقل فی المیزان کا سبب قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ ثقل فی المیزان حسنات کثیرہ کو مقتضی ہے۔

نیز حسنات میں بھی تو فرق ہوسکتا ہے ممکن ہے کہ اعداد زیادہ ہوں، قیمت کم ہو، جیسے کسی کے پاس دس لاکھ کی ایک بلڈنگ ہو اور دوسرے کے پاس ایک لاکھ کے دس مکانات ہوں تو اول قیمتاً زائد عدداً کم اور ثانی اس کا عکس ہے مقصود حدیث پاک میں ترغیب دینا ہے باقی یہ شبہ کہ یہ تو ہم ہر جگہ کہہ سکتے ہیں اس کا جواب یہ ہے کہ کسی مؤید اور شاہد کے بغیر یہ دعوی بلا دلیل اور نا قابل اعتبار ہوگا۔

ومن شواهده حديث تميم الداري عن رسول الله ﷺ أنه قال: "من قال لا إله إلا الله وحده لا شريك له إلٰها واحدا أحداً صمداً لم يتخذ صاحبة ولا ولدا ولم يكن له كفوا أحد، عشر مرات كتب الله له أربعين ألف ألف حسنة".

رواه الترمذى (۱۹۰/۲) من طريق الخليل بن مرة عن أزهر بن عبد

الله عن تميم وقال: هذا حديث غريب لا نعرفه إلا من هذا الوجه، والخليل بن مرة ليس بالقوي عند أصحاب الحديث، وقال محمد بن إسماعيل: هو منكر الحديث. انتهى.

حدیث مطروح کی حقیقت اور اس کا حکم

تنبیہ: بندہ کے نزدیک یہ حدیث از قبیل حدیث مطروح معلوم ہوتی ہے حدیث مطروح ضعیف سے کم درجہ اور موضوع سے اعلی ہوتی ہے حافظ سخاوی فتح المغیث میں لکھتے ہیں (ص:١١٥):

تتمة: يقع في كلامهم المطروح. وهو غير الموضوع جزماً وقد أثبته الذهبي نوعا مستقلاً، وعرفه بأنه ما نزل عن الضعيف وارتفع عن الحديث الموضوع ومثل له لحديث عمرو بن شمر عن جابر الجعفي عن الحسن عن علي وبجويبر عن الضحاك عن ابن عباس، قال شيخنا: "وهو المتروك في التحقيق يعنى الذي زاده في نخبته وتوضيحها وعرفه بالمتهم راويه بالكذب". انتهى.

تعریف مذکور بعینہ اس حدیث پر صادق آتی ہے اس لئے کہ قائد اور جویبر اور عمرو بن شمر سب متروکین میں سے ہیں۔ واللہ اعلم۔

حررہ العبد محمد یونس عفی عنہ

اس کے بعد حضرت شیخ مدظلہ نے خود جواب لکھوایا جو بعینہ درج ذیل ہے۔

جواب: از شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحبؒ

مکرم محترم مد فیوضکم بعد سلام مسنون

اسی وقت گرامی نامہ پہنچا اس ناکارہ کو ماہ مبارک میں ڈاک کا وقت نہیں ملتا اور اس وقت اعتکاف کی حالت میں کتابوں کی مراجعت بھی مشکل ہے جناب نے بہت اچھا کیا کہ تنبیہ فرمادی کہ علامہ ابن جوزی کے مسلک کے حضرات کی بھی ضرورت ہے تا کہ اعتدال قائم رہے۔

لیکن اس پر تعجب ہوا کہ اس واعظ کو تو آپ نے اتنی بات پر معاف فرمادیا کہ اس نے اس ناکارہ کی کتاب کا حوالہ آپ کو دکھلا دیا لیکن اس ناکارہ کو آپ نے اس پر معاف نہ فرمایا کہ میں نے تو بہت اونچے شخص کا حوالہ ترغیب کا لکھ دیا تھا ترغیب معتمد کتابوں میں ہے فضائل میں اکابر کے یہاں اس پر اعتماد کیا گیا ہے۔

اس کے علاوہ اسلاف سے فضائل کے بارے میں ضعیف روایتوں پر عمل متعارف ہے نیز قائد کے متعلق باوجود اس کے متروک ہونے کے ابن عدی کی رائے یہ ہے کہ **ومع ضعفه يكتب حديثه**، ابن عدی خود بھی متشددین میں سے ہیں۔

اس کے علاوہ خود اس روایت کے شواہد متعدد اس جگہ پر موجود ہیں اور جو ثواب اس حدیث میں لکھا ہے وہ بھی کچھ اتنا نہیں جبکہ "**سبحان الله والحمد لله تملآن ما بين السمآء والأرض**" وارد ہے تو یہ مقدار تو اس سے بہت درجہ کم ہے اگر غلطی ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ معاف فرمائے مگر اب تک ذہن میں یہ ہے کہ ان الفاظ کے فضائل اس کثرت سے ہیں کہ شواہد سے تائید بہت زیادہ ہوتی رہتی ہے۔

فقط والسلام

۲۱ رمضان ۱۳۸۴ھ

اس روایت کی تحقیق کہ عمامہ کے ساتھ پڑھی ہوئی نماز کا ثواب ستر گنا زیادہ ہوتا ہے عمامہ سے متعلق چندروایتوں اور احکام کی تحقیق

سوال: ایک ضروی امر دریافت طلب ہے یہاں ایک صاحب جو ہمارے مدرسہ کی جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کرتے ہیں امام صاحب کو بلا عمامہ نماز پڑھاتے دیکھ کر خفا ہوگئے اور فرمایا کہ صحیح حدیث میں ہے کہ اس نماز جمعہ کا ثواب ستر گنا زیادہ ملتا ہے جو عمامہ کے ساتھ پڑھی جائے بغیر عمامہ والی نماز جمعہ کے اعتبار سے، جامع مسجد کے امام صاحب مفتی ہیں دارالعلوم سے فراغت کے بعد فتوی کا نصاب بھی پورا کر چکے ہیں ان کا خیال ہے کہ ستر گنا ثواب والی حدیث بے اصل ہے ایک دوسرے عالم جو بڑی صلاحیت والے حضرت شاہ صاحب کشمیری کے شاگرد اور مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی کے دوستوں میں ہیں ان کی رائے ہے کہ یہ حدیث حسن ہے۔

ملا علی قاری نے مرقاۃ جلد ثانی مطبوعہ پاکستان/۲۵۰ میں ان روایات کا ذکر کیا ہے فرماتے ہیں:

وروي الديلمي والقضاعي في مسند الفردوس عن علي كرم الله وجهه مرفوعاً "العمائم تيجان العرب والاحتباء حيطانها وجلوس المؤمن في المسجد رباط" وروي الديلمي عن ابن عباس بلفظ "العمائم تيجان العرب فإذا وضعوا العمائم وضعوا عزهم". وروى الباوردي عن ركانة بلفظ "العمامة على القلنسوة فصل مابيننا و بين المشركين يعطى يوم

القيامة بكل كوزة يدورها على رأسه نوراً" وروى ابن عساكر عن ابن عمر مرفوعاً صلوة تطوع أو فريضة بعمامة تعدل خمسا وعشرين صلوٰة بلا عمامة وجمعة بعمامة تعدل سبعين جمعة بلا عمامة.

اسی طرح مرقاۃ جلد ثانی/۲۳۹ میں ہے: وروى أنه عليه الصلوٰة والسلام قال: صلوة بعمامة أفضل من سبعين صلوة بغيرعمامة. كذا نقله ابن حجرعن ابن الرفعة قال ابن الديبع "صلوة بخاتم تعدل سبعين بغير خاتم" موضوع كما قال شيخنا عن شيخه وكذا ما أورده الديلمي من حديث ابن عمر مرفوعاً "صلوة بعمامة تعدل خمساً وعشرين صلوة وجمعة بعمامة تعدل سبعين جمعة" ومن حديث أنس مرفوعاً "الصلوة في العمامة بعشرة آلاف حسنة" قال المنوفي: فذلک كله باطل نقله الخطابي. والله أعلم بالصواب. انتهى بلفظه وفي أصل الخطابي عن المنوفي تردد فان المنوفي متأخر.

امدادالفتاوی مطبوعہ تالیفات اولیاء دیو بند میں/۳۹۱ سے ۳۹۴ تک عمامہ کی بحث ہے امداد کی عبارت سے اندازہ ہوتا ہے کہ ملاعلی قاری نے جو روایت ذکر فرمائی ہیں ان سے ستر گنا ثواب ثابت ہوتا ہے اور یہ صحیح ہے اوران ہی بہت سے اکابر علماء کو جو عمل بالسنۃ کے شائق ہیں بغیر عمامہ کے جمعہ اور دیگر نمازیں پڑھتے دیکھا ہے۔ آپ کے نزدیک فریقین میں سے کس کی بات راجح ہے از روئے جرح احادیث مذکورہ کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے مسند الفردوس محققین محدثین کے کس درجہ کی کتاب ہے علامہ عینی حافظ ابن حجر، قسطلانی شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کے کلام میں عمامہ کی بحث ہوتو نشاندہی فرمائیں میرے پاس درمختار شامی زیلعی علی الکنز، طحطاوی علی الدر میں عمامہ کا مستحبات صلوٰۃ میں ہونا نہیں ملا۔

(مولوی) ابوالبرکات (صاحب) مدرس جامع العلوم کانپور

جواب: تمہارے سوالات تجزیہ کے بعد چار امور پر مشتمل ہیں(۱)احادیث عمامہ کی تحقیق (۲) فریقین کی رائے میں موازنہ (۳) مسند الفردوس کا مقام (۴) بحث عمامہ کہاں ملے گی ان میں سے جن امور کا احقر کو علم ہے وہ عرض کرتا ہوں۔

(۱) حديث علي "العمائم تيجان العرب والاحتباء حيطانها وجلوس المؤمن في المسجد رباط" ذكره السيوطي في الجامع الصغير و عزاه للقضاعي في مسند الشهاب والديلمي في مسند الفردوس قال المناوى في فيض القدير، قال السخاوي: سنده ضعيف أي وذلک لأن فيه حنظلة السدوسي، قال الذهبي تركه القطان وضعفه النسائي، ورواه أيضاً أبونعيم وعنه تلقاه الديلمي، فلوعزا المصنف للأصل لكان أولى انتهى.

قلت: قال السخاوي في المقاصد ۲۹۱، أخرجه الديلمي من جهة أبي نعيم ثم من جهة ابن عباس به مرفوعاً، وهو كذلک عند القضاعي من حديث علي مرفوعاً أيضاً لكن أخرجه البهيقي عن الزهري من قوله ولفظه "العمائم تيجان العرب والحبوة حيطان العرب والاضطجاع في المساجد رباط المؤمنين" وذكر أحاديث ستأتي، قلت:

ويمكن أن يكون الحديث قول علي رفعه بعض الرواة وهماً قال ابن هشام في السيرة ۲٦٥: حدثني بعض أهل العلم أن علي بن أبي طالب قال: العمائم تيجان العرب وكانت سيماء الملئكة عمائم بيضا قد أرخوها على ظهورهم إلا جبريل فإنه كانت عليه عمامة صفراء.

(۲) حديث ابن عباس "العمائم تيجان العرب فإذا وضعوا العمائم وضعوا عزهم" عزاه السخاوي فى المقاصد ۲۹۱ والسيوطي في الجامع

الصغير للديلمي ورمز له السيوطي بالضعف، وأشار السخاوي إلى وهائه، وقال المناوى في فيض القدير ٣٩٢/٤: لفظ رواية الديلمي فيما وقفت عليه من نسخ قديمة مصححة بخط ابن حجر وغيره فاذا وضعوا العمائم وضع الله عزهم" وفيه عتاب بن حرب قال الذهبي قال الفلاس: "ضعيف جداً و من ثم جزم السخاوى بضعف سنده" ورواه عنه أيضاً ابن السني قال الزين العراقي: فيه عبيد الله بن حميد ضعيف. انتهى. وهو أبوالخطاب قال البخاري: منكر الحديث ونقل ابن القطان الفاسي عن البخاري قال: من قلت فيه منكر الحديث لا تحل الرواية عنه.

(**تنبيه**) وقع في فيض القدير عبدالله بن حميد وهو من سهو الناسخ أو الطابع والصواب ماقدمته ...... قال السخاوي وفي لفظ "عنده" أي الديلمى "العمائم وقار المومن وعز العرب فاذا وضعت العرب عمائمها فقد خلعت عزها" وقال المناوي فى الفيض في شرح حديث ابن عباس ثم خرج أي الديلمى من طريق آخر "العمائم وقار للمؤمنين وعز للعرب فإذا وضعت العرب عمائمها فقد خلعت عزتها". انتهى.

ولم أقف على سنده ولكن أشار السخاوي إلى وهائه.

(٣) حديث ركانة مرفوعاً "العمامة على القلنسوة فصل مابيننا و بين المشركين يعطي يوم القيمة بكل كورة يدورها على رأسه نوراً" عزاه السيوطي للباوردي ورمز بضعفه ولم أقف على سنده وظني أن الحديث غير ثابت.

(٤) حديث ابن عمر مرفوعاً "صلوة تطوع أو فريضة بعمامة تعدل خمساً وعشرين درجة بلا عمامة وجمعه بعمامة تعدل سبعين جمعة

بـلا عـمامة" ذكره السيوطي في الجامع الصغير وعزاه لابن عساكر وأخرجه ابـن الـنجار من طريق محمد بن مهدي المروزي أنبأنا أبوبشر بن سيار الرقي حـدثـنـا العباس بن كثير الرقي عن يزيد بن أبي حبيب قال: قال لي مهدي بن ميـمـون دخـلـت على سالم بن عبدالله بن عمر وهو يعتم فقال يا أبا أيوب ألا أحـدثک بـحـديث؟ قلت: بلى قال: دخلت على عبد الله بن عمرؓ وهو يعتم فـقـال لي: يا أحب العمامة بني أعتم تبجل وتكرم وتوقر ولا يراک الشيطان إلا ولـىّ هـاربـاً، إنـي سـمـعـت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول "صلوٰة بـعمامة تعدل خمساً وعشرين صلوة بغير عمامة وجمعة بعمامة تعدل سبعين جـمـعة بـغير عمامة إن الملئكة يشهدون الجمعة معتمين ولا يزالون يصلون عـلى أصحاب العمائم حتى تغرب الشمس" قال الحافظ ابن حجر في لسان الميزان ٣/٢٤٤: هـذا حـديـث مـوضوع ولم أر للعباس بن كثير فى الغرباء لابـن يونس ولا في ذيله لابن الطحان ذكراً، وأما أبوبشر بن سيار فلم يذكره أبـوأحـمـد الـحـاكـم فـي الكنى، وما عرفت محمد بن مهدي المروزي ولا مهـدي بـن ميـمـون الـراوي عـن سـالـم، وليـس هوالبصري المخرج له فى الـصـحيحين وذاک يكنى أبا يحيى ولا أدرى ممن الآفة ونقله السيوطي في ذيل اللآلى (ص ١١٠) وأقره وتبعه ابن عراق في تنزيه الشريعة (٢/١٢٤) ثم ذكـر السيـوطي أنه أخرجه ابن عساكر في تاريخه من طريق عيسى بن يونس والـديلمي من طريق سفيان ابن زياد المخرمي كلاهما عن العباس بن كثير به ثـم ذهـل السيـوطـي فأورده في الجامع الصغير من رواية ابن عساكر عن ابن عمر وتعقبه المناوي في شرحه ٤/٢٢٥ بأن ابن حجر قال: إنه موضوع ونقله

عنه السخاوي في المقاصد ٢٦٣ وارتضاه، وقال السخاوي في موضع آخر ٢٩١ لا يثبت ونقل الملا علي القاري في موضوعاته الكبرى ٤٥ عن العلامة علي بن محمد المالكي المنوفي المصري أنه قال: "هذا حديث باطل" وتعقبه القاري بأن السيوطي أورده في الجامع الصغير مع التزامه بأنه لا يذكر فيه الموضوع.

قلت: هذا تعقب بارد فكم للسيوطي من هذه المناقضات والأوهام!! والله الموفق.

(۵) پر جو کچھ تم نے مرقاۃ سے نقل کیا ہے وہ ساری تفصیل ابن الدیبع نے تمییز الطیب میں ذکر فرمائی اور اس کے متعلق کسی بات کے ذکر کرنے کی ضرورت ہی نہیں خود ملا علی قاری نے اخیر میں علامہ منوفی سے سب کا باطل ہونا نقل کیا ہے اسی طرح علامہ سخاوی نے المقاصد الحسنۃ میں/۲۶۳ سب کو موضوع کہا ہے اور ابن الدیبع کی کتاب تمییز الطیب المقاصد ہی کا مختصر ہے تو یہ سارے ائمہ سخاوی، ابن الدیبع ،منوفی ان روایتوں کو باطل کہتے ہیں۔ تجزیہ کے بعد یہ کلام جو تم نے نقل کیا ہے چار حدیثوں پر مشتمل ہے۔"أوّل صلوة بعمامة أفضل عن سبعين صلوة بغير عمامة". یہ حدیث بایں الفاظ میرے علم میں نہیں ہے۔ اور نہ ہی سخاوي نے مقاصد میں اسے ذکر فرمایا ہے۔ اور دوسری حدیث "صلوة بخاتم تعدل سبعين بغير خاتم" قال الحافظ ابن حجر: "موضوع" ونقله السخاوي ٢٦٣ وارتضاه وتبعهما المنوفي وعلى القاري في موضوعاته ٤٥، ابن عمر کی تیسری حدیث جو نمبر چار پر ابھی گذری ہے اور چوتھی حضرت انس کی حدیث ہے "الصلوة في العمامة تعدل عشرة آلاف حسنة" حافظ سخاوی فرماتے ہیں کہ موضوع اور علامہ منوفی کہتے ہیں کہ باطل ہے:

وتبعهما علي القاري في موضوعاته.

(٦) حديث جابر: ”ركعتان بعمامة أفضل من سبعين بغيرها“ عزاه السخاوي في المقاصد ٢٩١ والسيوطي في الجامع الصغير إلى الديلمي في مسند الفردوس، قال المناوي في فيض القدير ٣٧/٤، ورواه عنه أي عن جابر أيضاً أبونعيم وعنه تلقاه الديلمي فلو عزاه إلى الأصل لكان أولى ثم إن فيه طارق بن عبدالرحمن أورده الذهبي فى الضعفاء، وقال: قال النسائي ليس بقوي عن محمد بن عجلان ذكره البخارى فى الضعفاء وقال الحاكم سيء الحفظ: ومن ثم قال السخاوي: ”هذا الحديث“ لا يثبت انتهى. وأشار السخاوي إلى وهائه ونقل بعض المحققين وهو العلامه ناصرالدين الألبانى عن الحافظ ابن رجب أنه نقل في شرح الترمذي سئل أبوعبدالله يعنى الإمام أحمد بن حنبل عن شيخ نصيبى يقال له محمد بن نعيم قيل له: روي شيئاً عن سهيل عن أبيه عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم ”صلوة بعمامة أفضل من سبعين صلوة بغير عمامة“ فقال: هذا كذاب، هذا باطل. انتهى.

علامہ سخاوی نے مذکورہ بالا طرق اور اس کے علاوہ مزید ذکر فرمانے کے بعد لکھا ہے وبعضه أوهى من بعض اھ احقر کا خیال بھی یہی ہے اگر صلوۃ بالعمامۃ کی اتنی فضیلت واہمیت تھی تو جس طرح صلوۃ جماعت صف اول وغیرہ دیگر امور کے فضائل صحابہ سے اسانید صحیحہ سے نقل کئے گئے ہیں یہ امور بھی اسی طرح نقل ہوتے ایک اور روایت اس مسئلے میں نقل کی جاتی ہے اس کو نقل کر کے اس کی حقیقت بتادینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

أخرج الطبراني عن أبى الدرداء قال: ”قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن الله و ملائكته يصلون على أصحاب العمائم يوم الجمعة“ قال

الهيثمي ١/١٧٦: فيه أيوب بن مدرک قال ابن معين، إنه كذاب اهـ.

ویسے بعض روایات سے یہ ضرور معلوم ہوتا ہے کہ جمعہ کی نماز عمامہ پہن کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھی ہے:

فأخرج مسلم ١/٤٤٠ عن عمرو بن حريث قال: "كأني أنظر إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم سوداء قد أرخى طرفيها بين كتفيه" وأخرجه أبوداؤد ٥/٥١ والنسائي ٢٩٩ والترمذي في شمائل وابن ماجة ٢٠٨، ٢٦٤، ٧٩ وترجم عليه ابن ماجة ٧٩ "باب ماجاء في الخطبة يوم الجمعة" اور جب خطبہ عمامہ سوداء کے ساتھ دیا گیا تو ظاہر ہے کہ نماز بھی اسی طرح پڑھی گئی۔

(۲) دوسری بات تم نے جو پوچھی ہے اگر اس سے مراد فضیلت عمامہ کی روایات میں جو آپ کے یہاں اختلاف ہوا ہے اس میں سے ایک کی رائے کی ترجیح مقصود ہے تو یہ بات تو ماقبل کی تفصیلات سے معلوم ہوگئی احقر کی رائے میں یہ سب روایات ضعیف بلکہ واہی ہیں۔ حدیث (۴) و (۶) کو تو ائمہ فن نے باطل قرار دیا ہے اور باقی روایت اس درجہ کی نہیں ہیں کہ ان کے مل جانے سے قوت پیدا ہو جائے اور اگر تمہاری مراد اپنی اکابر کے عمل میں محاکمہ ہے تو عزیزمن یہ میرا کام نہیں ہے احقر تو ان حضرات کا خوشہ چین ہے ہاں میں اپنے ذوق سے یہ کہہ سکتا ہوں کہ چونکہ صلوۃ فی عمامہ کی فضیلت کی روایات واہی ہیں اس لئے اس کو کوئی فضیلت کا کام سمجھ کر کرنا تو بہت مشکل ہے اور اگر اس نیت سے عمامہ باندھا جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے متعدد مواقع پر عمامہ کا باندھنا ثابت ہے اور آپ نے عمامہ پہن کر خطبہ دیا ہے اور یہ آپ کا لباس ہے تو یہ ایک امر مستحسن ہوگا اور قرب کا سبب بنے گا۔

مسند الفردوس کا محدثین کے نزدیک کیا مقام ہے

(۳) تیسری بات تم نے یہ پوچھی ہے کہ مسند الفردوس کا محدثین کے یہاں کیا مقام ہے اس کا جو مقام احقر کے خیال میں ہے وہ یہ ہے کہ اس کی سب روایتوں کو باطل وموضوع نہیں کہہ سکتے ہیں ہمارے حضرت اقدس شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے اپنے رسالہ **فیما یجب حفظه للناظر** میں **طبقة رابعة** میں شمار فرمایا ہے جس کی تمام روایات پر ضعف کا حکم لگایا جائے گا اور حضرت اقدس شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے حجۃ اللہ البالغہ میں بھی طبقہ رابعہ میں لیا ہے اور فرماتے ہیں کہ **أصلح هذه الطبقة ما كان ضعيفاً محتملا وأسواها ما كان موضوعا مقلوبا شديد النكارة وهذه الطبقة مادة كتاب الموضوعات لابن الجوزي.**

(۵) اس کے متعلق نہ تو پہلے سے اہتمام کیا اور نہ اس وقت کوئی خاص مقام مستحضر ہے شمائل ترمذی کی شرح جمع الوسائل میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے عمامہ کے تذکرہ میں کچھ مل جائے گا اسی طرح فتح الباری عمدۃ القاری/۲۳۲ قسطلانی/۲۶۸ **کتاب اللباس** میں **باب العمائم** کے ذیل میں دیکھ لو ان کتابوں میں نفس عمامہ سے متعلق روایات ہیں عمامہ پہن کر نماز پڑھنے کی کوئی روایت نہیں ہے اسی طرح قسطلانی کی **المواهب اللدنيه** میں صرف ایک روایت ہے جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے **کما تقدم** اور زرقانی نے اس کی شرح میں ۵/۴ تا ۱۲/ متعدد روایات ذکر فرمائی ہیں۔ حضرت شیخ کی تالیفات میں خصائل نبوی میں مختصر کلام عمامہ کے متعلق ہے اور اوجز المسالک میں یہ بحث کہیں نہیں دیکھی۔ واللہ اعلم

بندہ محمد یونس عفی عنہ ۶/ جمادی الاول ۱۳۹۷ھ

کیا حضرت بلال رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عصا لے کر آگے آگے چلتے تھے

کسی روایت میں یہ نہیں ملا کہ حضرت بلال عصا لے کر عید کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے چلتے تھے ہاں نیزہ کا تذکرہ ضرور وارد ہے، اتنا تو صحیحین میں ابن عمر کی روایت میں ہے کہ عید میں آپ کے سامنے نیزہ گاڑ دیا جاتا تھا ولفظه "إن رسول الله صلى الله عليه وسلم إذا خرج يوم العيد، أمر بالحربة فتوضع بين يديه فيصلي إليها، والناس وراءه، وكان يفعل ذلك في السفر، فمن ثم اتخذها الأمراء، قال الحافظ: وقد روي عمر بن شبة في أخبار المدينة من حديث سعد القرظ أن النجاشي أهدى إلى النبي صلى الله حربة فأمسكها لنفسه، فهي التي يمشي بها مع الإمام يوم العيد. انتهى.

وأخرج الطبراني فى الكبير من حديث سعد القرظ أن النجاشي بعث إلى النبي صلى الله عليه وسلم بثلث عنزات فأمسكها النبي صلى الله عليه وسلم واحدة لنفسه وأعطى علياً واحدة وعمر واحدة، وكان بلال يمشي بها بين يديه في العيدين فيصلي إليها، قال الهيثمي: ۵۸/۲ في إسناده من لم يسم ۔ کسی روایت سے یہ نہیں معلوم ہو سکا کہ اس پر کوئی جھنڈا لگا ہوا تھا بظاہر جھنڈا وغیرہ کچھ نہیں تھا اور نہ ہی اس پر کچھ لکھا ہوا تھا والعلم عند الله سبحانه وتعالى ۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

جمعہ کے دن خطبہ سے قبل منبر پر بیٹھ کر وعظ کہنے والی روایت

مندرجہ ذیل روایت صحیح ہے یا غلط روایت مستدرک حاکم کی ہے جو میرے پاس نہیں ہے اس میں اور دیگر کتب حدیث میں غور فرما کر مع صفحہ وجلد تحریر فرمائیں۔

روایت یہ ہے:

أخبرنا سلمان الفقيه ثنا إسماعيل بن إسحاق القاضي ثنا أحمد بن يونس ثنا عاصم بن محمد بن زيد عن أبيه قال: كان أبوهريرة يوم الجمعة إلى جانب المنبر يقول قال أبو القاسم ﷺ قال الصادق المصدوق ﷺ، ثم يقول في بعض ذلك: "ويل للعرب من شر قد اقترب فاذاسمع حركة باب المقصورة بخروج الإمام جلس". هذا حديث صحيح ولم يخرجاه قال الحاكم: إنما الغرض فيه استحباب رواية الحديث عند المنبر قبل خروج الإمام.

یہ بھی تحقیق طلب ہے کہ ابو ہریرہ کس خلیفہ کے زمانے میں منبر کے پاس روایت فرماتے تھے شاید حضرت عثمان کا زمانہ ہو۔ مولانا ذاکر حسن بنگلور

جواب: یہ روایت مستدرک حاکم کی ہے اس کے الفاظ مع الاسناد والمتن حسب ذیل ہیں۔

أخبرنا أحمد بن سلمان الفقيه ثنا إسمعيل بن إسحاق القاضي ثنا أحمد بن يونس ثنا عاصم بن محمد بن زيد عن أبيه قال: كان أبو هريرة يقوم يوم الجمعة إلى جانب المنبر فيطرح أعقاب نعليه في ذراعيه ثم يقبض على رمانة المنبر يقول: قال أبو القاسم ﷺ قال محمد ﷺ قال رسول

اللہﷺ قال الصادق المصدوقﷺ، ثم یقول في بعض ذلک "ویل للعرب من شر قد اقترب فاذاسمع حرکة باب المقصورة بخروج الإمام جلس".

هذاحديث صحيح على شرط الشيخين ولم يخرجاه هكذا، وليس الغرض فی تصحيح حديث "ويل للعرب من شرقد اقترب، فقد أخرجاه وإنما الغرض فيه استحباب رواية الحديث على المنبر قبل خروج الإمام. انتهیٰ.

قال الذهبي فيه انقطاع قوله: "على المنبر" كذا في نسخة المستدرک المطبوعة والظاهر عند المنبر كما في السوال وإن ثبتت كلمة، "على" فيوجه بأنه إذا جاز بيان الحديث عند المنبر جاز على المنبر أيضا إذلا مانع منه .

یہ تحقیق نہیں کہ کس خلیفہ کے زمانے کا واقعہ ہے بظاہر حضرت عثمان کے زمانے کی بات ہوگی جیسا کہ آپ نے خود ہی احتمالاً لکھا ہے۔

محمد یونس غفرلہ

۱۱/ ذالحجہ ۱۴۰۱ھ

مسجد میں پنکھا جھلنے والی روایت

سوال: حضرت مخدوم ومطاع السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں نے حضرت والا کی آپ بیتی کے حصہ چہارم میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے سلسلہ میں یہ پڑھا کہ حضرت بلال نے جماعت کو پنکھا جھلا اور پیرداپنے کے سلسلہ میں بھی ایک کا آپ ذکر فرما رہے ہیں ان کے حوالوں کی ضرورت ہے۔

جواب: حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا صبح کی نماز میں صحابہ کو پنکھا کرنا تو بندہ کو نہیں ملا البتہ صحابہ کا مسجد میں خود پنکھا کرنا ایک روایت میں منقول ہے اور چونکہ حضرات صحابہ میں غایت درجہ ایثار تھا اس لیے اگر خود کرتے ہوں گے تو اپنے دوسرے ساتھیوں کو تو ضرور کرتے ہوں گے:

قال ابن عدي في الكامل (٤/٢): حدثنا علي بن محمد بن سليمان الحلبي ثنا محمد بن يزيد المستملي ثنا شبابة عن أيوب بن سيار عن ابن المنكدر عن جابر عن أبي بكر عن بلال رضي الله عنهم قال: أذنت في غداة باردة فخرج النبي ﷺ فلم ير أحدا في المسجد فقال: أين الناس، قلت: منعهم البرد، قال: "اللهم أذهب عنهم البرد فرأيتهم يتروحون" وأخرجه الطبراني من طريق أيوب بن سيار، قال الهيثمي (٤١/٢): "أيوب متروك".

وأخرجه البيهقي في الدلائل ٢٢٤/٦ عن أبي سعد الماليني عن ابن عدي.

قلت: أيوب بن سيار ضعيف واه. قال ابن معين: ليس بشيء، وسئل عنه ابن المديني فقال: ذاک عندنا غير ثقة لا يكتب حديثه، وقال السعدي، غير ثقة، وقال النسائي: متروک وقال عمرو بن علي أحاديثه منكرة منكر الحديث جدا، وقال النسائي: ليس بثقة ولا يكتب حديثه، وكا ن من الكذابين وقال ابن عدي: ليست أحاديثه: بالمنكرة جدا إلا أن الضعف بين علي رواياته، وقال أبو حاتم ضعيف الحديث وقال ابن حبان كان يقلب الأسانيد ويرفع المراسيل، وقال الذهبي في الميزان (٣٤/١):

فيه المستملي وليس بثقة اهـ.

قلت: لم ينفرد به المستملى فقد تابعه عبد الله بن محمدبن زكريا عن سعيد بن يحيى عن أيوب بن سيار عند أبي نعيم في دلائل النبوة (ص١٦٦ جديدة ٤٦٤) قال: حدثنا عبد الله بن محمد بن جعفر قال ثنا عبد الله بن محمد بن زكريا قال: ثنا سعيد بن يحيى قال: ثنا أيوب بن سيار عن محمد بن المنكدر عن جابر عن بلال قال: أذنت الصبح في ليلة باردة فلم يأت أحد ثم أذنت فلم يأت أحد، فقال النبي ﷺ: ما شأنهم يا بلال! قال: قلت كبدهم البرد – بأبي أنت وأمي – فقال: "اللهم اكسر عنهم ا لبرد" قال بلال: "فلقد رأيتهم يتروحون في السبحة أو الصبح" يعني بالسبحة صلوة الضحى.

وهكذا في النسخة المطبوعة من الدلائل ليس فيه ذكر أبي بكر بين جابر، وبلال لكن نقله السيوطي في الخصائص الكبرى(٢/٧٣) بذكر أبي بكر، وعزاه إلى ابن عدي وأبي نعيم والبيهقي، وقال الحافظ في اللسان بعد نقل قول الذهبي المتقدم: "ولم ينفرد به المستملي فقد تابعه داود بن مهران عن أيوب وعنه العقيلي إلا أنه لم يذكر أبا بكر في الإسناد" كذا في نسخة ثم رأيته في نسخة معتمدة مذكور فيه، ثم قال العقيلي: ليس لهذا الحديث أصل ولا يتابع عليه وليس بمحفوظ لا سنده ولا متنه انتهى".

بندہ محمد یونس عفی عنہ

حضرت ابوطلحہ کا مہمانوں کو کھانا کھلانے اور بیوی بچوں کو بھوکا سلانے والی روایت

سوال: محترم المقام مولانا بھائی محمد یونس صاحب زید مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خدا کرے مزاج گرامی بخیر ہو، مجھے مشکٰوۃ المصابیح میں ایک روایت کی تلاش ہے بہشتی زیور میں ایک جگہ ایک حدیث کی تشریح میں لمعات کا حوالہ ہے اس سے امید ہے کہ وہ حدیث مشکوۃ میں ضرور ہے مگر ملی نہیں، اس لیے براہ کرم اس کی نشاندہی فرمایئے حدیث ہے حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ کے مہمانوں کا واقعہ جس میں یہ ہے کہ ان کی بیوی نے بچوں کو بہلا پھسلا کر سلا دیا، اور مہمانوں کو کھانا کھلایا۔

باسمہ سبحانہ

جواب:

مکرمی زادت مکارمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

کل آپ کا کارڈ ملا تھا۔ اس وقت تو روایت ذہن میں نہ آئی، مولوی راشد سلمہ سے کہلوادیا تھا کہ روایت نہیں ملی، آج پھر اٹھایا تو بفضل اللہ مل گئی، حضرت ابوطلحہؓ کا قصہ مشکوۃ شریف جامع المناقب کی فصل ثالث میں ہے ص:۵۸۰، صاحب مشکوۃ نے بحوالۂ بخاری و مسلم نقل فرمایا ہے لیکن الفاظ مسلم کے نقل فرمائے ہیں۔ ابوطلحہؓ کے نام کی تخصیص مسلم شریف ہی میں ہے۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

عذاب والی اجڑی ہوئی بستی سے گذرتے ہوئے آپ کا فرمانا ''یہاں سے فوراً چلو'' حدیث کی تحقیق

سوال: امم ماضیہ معذبہ میں سے کسی امت کی اجڑی ہوئی بستی کی طرف رسول اکرم ﷺ کا گذر ہوا تو وہاں شاید سخت ہوا یا کوئی اور سخت اثرِ عذاب پایا گیا اس پر آپ نے فرمایا کہ یہاں سے فوراً چلو حوالہ سے مطلع فرمائیں؟

جواب: امم ماضیۃ کا قصہ بخاری شریف (ص:۴۷۹) میں ہے مگر اس کے الفاظ آپ کے نقل کردہ الفاظ سے کچھ الگ سے ہیں لیکن ظن غالب یہ ہے کہ یہی روایت آپ کی مقصود ہے: **وهي هذه: عن ابن عمر أن النبي ﷺ لما مر بالحجر قال: لا تدخلوا مساكن الذين ظلموا أنفسهم إلا أن تكونوا باكين أن يصيبكم مثل ما أصابهم: ثم تقنع بردائه، وهو على الرحل.**

وأخرج بزار من طريق عبد الله بن قدامة بن صخر عن أبي ذر أنهم كانوا مع رسول الله ﷺ في غزوة تبوك فأتوا على وادٍ فقال لهم النبي ﷺ: ''إنكم بواد ملعون فاسرعوا'' فركب فرسه، فدفع ودفع الناس ثم قال: ''من اعتجن عجينه، أو من كان طبخ قدرا فليكبها'' ثم سرنا ثم قال: يا أيها الناس إنه ليس اليوم نفس منفوسة يأتي عليها مأة سنة فيعبأ الله بها. قال البزار: ''لا أعلمه إلا بهذا الإسناد'' وقال الهيثمي (١٩٤/٦): ''عبدالله بن قدامة بن صخر لم أعرفه وبقية رجاله وثقوا''.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

بنی اسرائیل کی ایک عورت کے بلی باندھنے الخ والی روایت کی تحقیق

سوال: حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے ایک قصہ مذکور ہے کہ ایک عورت نے ایک بلی باندھ رکھی تھی اور اس کو کچھ کھانے پینے کو نہ دیتی تھی بلی اسی حالت میں بھوک سے مرگئی اور اس عورت کو اس پر عذاب ہوا، حضرت ابو ہریرہؓ ایک مرتبہ حضرت عائشہؓ سے ملنے گئے انہوں نے کہا تم ہی ہو جو ایک بلی کے بدلے میں ایک عورت کے عذاب کی روایت بیان کرتے ہو؟ ابو ہریرہؓ نے کہا میں نے آنحضرت ﷺ سے یہ سنا ہے، حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ خدا کی نظر میں ایک مومن کی ذات اس سے بہت بلند ہے کہ ایک بلی کے لیے اس پر عذاب کرے وہ عورت اس گناہ کے علاوہ کافرہ بھی تھی اے ابو ہریرہؓ جب آنحضرت سے کوئی روایت کروتو دیکھ لو کہ کیا کہتے ہو؟ (ابوداؤد طیالسی، مسند عائشہ)۔

روایت مذکورہ کا کیا درجہ ہے حوالہ صحیح ہے یا نہیں اس بارے میں تحقیقی امر سے مستفید ہونے کا موقع دیں۔

مفتی محمود رنگون

جواب: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مکرم ومحترم زید شرفکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

صحیح البخاری (ص:۴۶۷) ومسلم (ص:۲۳۶) میں حضرت ابن عمر سے یہ روایت مروی ہے ولفظه عن ابن عمرؓ عن النبي ﷺ قال: "دخلت امرأة النار في هرة ربطتها فلم تطعمها ولم تدعها تأكل من خشائش الأرض".

اسی طرح یہ حدیث ابو ہریرہؓ سے مسلم (۲/۲۳۶-۳۲۹)اور صحیح بخاری (ص:۳۱۸) میں حضرت اسماءؓ سے اور حضرت جابر سے صحیح مسلم (ص:۲۹۷) میں مذکور ہے اور اس میں تصریح ہے "عرضت على النار فرأيت فيها امرأة من بني إسرائيل تعذب في هرة".

وفي المسند لأحمد (۳۷٤/۳) من حديث جابر "فرأيت فيها امرأة حميرية سوداء طويلة تعذب فى هرة لها ربطتها" وكذا فى حديث عبدالله بن عمروبن العاص عند أحمد (۱۸۸/۲) في المسند أيضاً. ان طرق سے اس عورت کا بنی اسرائیل سے ہونا صاف معلوم ہوگیا اور امام بخاری کی وسعت نظر کا بھی اس سے اندازہ ہوگیا کہ اس حدیث کو بروایۃ ابن عمر باب ذکر بنی اسرئیل میں ذکر فرمایا، نیز مسند احمد کی روایت سے اس عورت کا حمیریہ ہونا بھی متعین ہوگیا۔ قاضی عیاض فرماتے ہیں :في هذا الحديث المؤاخذة بالصغائر، قال: وليس فيه "إنها عذبت عليها بالنار" قال: ويحتمل لأنها كانت كافرة فزيد في عذابها، بذلک، قال النووي (۲۹۷/۱): هذا كلامه أى القاضي عياض وليس بصواب بل الصواب المصرح به في الحديث إنها عذبت بسبب الهرة وهو كبيرة لأنها ربطتها، وأصرت على ذلک حتىٰ ماتت، والإصرار على الصغيرة يجعلها كبيرة كما هو مقرر وليس في الحديث ما يقتضى كفر المرأة. انتهى.

ایک دوسری جگہ قاضی عیاض لکھتے ہیں:

قوله: "عذبت امرأة في هرة" أى بسبب الهرة وهذا التعذيب يحتمل أن يكون بالنار ويحتمل أن يكون بالحساب على ذلک وقد جاء في حديث العصفور. أنه يحاج قاتله عند الله تعالىٰ يقول: يا رب لم

قتلني؟ لا هو ذبحني فأكلني ولا هو تركني أعيش، أو تكون هذه المرأة كافرة فعذبت بكفرها وزيد عليها العذاب بسوء فعلها، إذلو كانت مسلمة كفرت صغائرها باجتناب الكبائر، كذا نقله الأبي (٦/٥٦) وتعقبه النووي وقال الصواب أنها كانت مسلمة وأنها دخلت النار بسببها كما هو ظاهر الحديث وهذه المعصية ليست صغيرة بل صارت بإصرارها كبيرة وليس في الحديث أنها تخلد في النار. انتھی۔

نیز قاضی عیاض کا یہ فرمانا کہ عذاب سے مراد حساب ہوسکتا ہے بعید ہے اس لئے کہ خود حدیث میں "عذبت في النار" اور "رأيت في النار" وغیرہ کی تصریح موجود ہے لیکن قاضی عیاض نے جو یہ احتمال پیدا فرمایا کہ شاید وہ عورت کافرہ ہوابوداؤد طیالسی والی حدیث اس کی تائید کرتی ہے اور طیالسی کی پوری حدیث مع السند یہ ہے قال الطيالسي (ص:١٩٩):

حدثنا صالح بن رستم أبو عامر الخراز، قال حدثنا سيار أبو الحكم عن الشعبي عن علقمة، قال: كنا عند عائشة فدخل عليها أبو هريرة، فقالت: يا أبا هريرة أنت الذي تحدث أن المرأة عذبت في هرة ربطتها فلم تطعمها، ولم تسقها، فقال أبوهريرة سمعته منه يعني النبي ﷺ فقالت: تدري ما كانت المرأة؟ قال: لا، قالت: إن المرأة مع ما فعلت كانت كافرة، إن المؤمن أكرم على الله من أن يعذبه في هرة، فإذا حدثت عن رسول الله ﷺ فانظر كيف تحدث" وأخرجه أحمد في مسنده (٥١٩/٢) عن الطيالسي ورجاله ثقات إلا شيخ أبي داؤد الطيالسي أبو عامر الخراز صالح ابن رستم فوثقه أبو داؤد وغيره، وضعفه ابن معين وابن المديني، وأبو حاتم، لكن قال ابن عدي: لم أرله حديثاً منكراً، قال الذهبي

في الميزان حديثه لعله يبلغ خمسين حديثاً، وهو كما قال أحمد بن حنبل: صالح الحديث. انتهى. (ص:۳۵۸ جديدة)

وقال الحافظ في التقريب: صدوق كثير الخطأ، وذكر الحافظ ابن حجر في فتح الباري (٦/٢٥٥): أن هذا الحديث أخرجه البيهقي في البعث والنشور وأبو نعيم في تاريخ أصبهان.

حافظ ابن حجر نے بھی اس روایت کی بنا پر اس عورت کے کافر ہونے کی تقویت فرمائی ہے واللہ اعلم۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

بندہ جنت میں اپنے اعمال کی وجہ سے داخل ہوگا یا اللہ کے فضل سے

سئلت: هل يدخل العبد المسلم الجنة بأعماله أم بفضل الله سبحانه؟ فأجبت أن العبد يدخل الجنة بفضل الله سبحانه و تعالىٰ، فعاد قائلاً فما معنى النصوص التي نيط فيها دخول الجنة بالأعمال؟ فأجبت بأن تعلق الأعمال بالجنة كالأسباب بالمسببات، ولا يجب من تحقق الأسباب تحقق المسببات من دون إرادة الله وفضله كالدواء سبب للشفاء ولكن لايلزم من استعمال الدواء حصول الشفاء، ثم رأيت بعد شهر الحافظ ابن القيم في حادي الأرواح ١٤١/١، قال: وههنا أمر يجب التنبيه عليه وهو أن الجنة إنما تدخل برحمة الله تعالىٰ و ليس عمل العبد مستقلاً بدخولها وإن كان سبباً ولهذا أثبت الله دخولها بالأعمال في قوله: "بما كنتم تعملون" ونفي رسول الله ﷺ دخولها بالأعمال بقوله: "لن يدخل أحد منكم الجنة بعمله" ولا تنافي

بين الأمرين لوجهين.

أحدهما ما ذكره سفيان وغيره، قال: كانوا يقولون: النجاة من النار بعفو الله ودخول الجنة برحمته واقتسام المنازل والدرجات بالأعمال، ويدل على هذا حديث أبي هريره الذي سيأتي إن شاء الله تعالىٰ "أن أهل الجنة إذا دخلوها نزلوا فيها بفضل أعمالهم". رواه الترمذي.

والثاني أن الباء التي نفت الدخول هي باء المعاوضة التي يكون فيها أحد العوضين مقابلاً للآخر والباء التي أثبتت الدخول هي باء السببية التي تقتضي سببية ما دخلت عليه لغيره وإن لم يكن مستقلاً بحصوله وقد جمع النبي صلى الله عليه وسلم بين الأمرين بقوله "سددوا وقاربوا وأبشروا واعلموا أن أحداً منكم لن ينجو بعمله" قالوا: ولا أنت يا رسول الله قال: ولا أنا الا أن يتغمدني الله برحمته ومن عرف الله تعالىٰ وشهد مشهد حقه عليه ومشهد تقصيره وذنوبه وأبصر هذين المشهدين بقلبه عرف ذلك و جزم به، والله سبحانه و تعالىٰ المستعان. انتهى. وراجع شرح المواهب ۸/۴۰۵ وشرح المواقف.

بندہ محمد یونس عفی عنہ

اضافہ

محض اللہ تعالیٰ کی رحمت سے نجات یاب ہونا یہ ایک مصرح حقیقت ہے انبیاء اور غیر انبیاء سب برابر ہیں۔

(۱) عن عائشة رضى الله عنها عن النبى صلى الله عليه وسلم قال

سـدِّدوا وقـاربوا وابشروا فإنه لا يدخل أحدا الجنة عمله قالوا ولا أنت يا رسـول الله قـال ولا أنـا الا أن يتـغـمدني الله بمغفرة ورحمة رواه البخاري (ص.٩٥٧ومسلم ٢/٣٧٧) وهذا لفظ البخاري.

(٢) عـن أبـي هـريرةؓ قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لن ينجى أحدا منكم عمله قالوا ولا أنت يا رسول الله قال ولا أنا إلا أن يتغمدني الله بـرحـمة سـدّدوا وقـاربـوا واغـدوا وروحـوا وشـيء من الدلجة والقصد الـقـصـد تبـلـغـوا رواه البخاري ورواه مسلم (ص: ٣٧٦-٣٧٧) بـطرق بالفاظ متقاربة .

(٣) عـن جابر قال سمعت النبى صلى الله عليه وسلم يقول لا يدخل أحـداً مـنـكـم عـمـلـه الـجـنة ولايجره من النار ولا أنا إلا برحمة الله، قال الـكـرمـانـى إذا كـان كـل الـنـاس لا يـدخـلون الجنة إلا برحمة الله فوجه تخصيص رسول الله صلى الله عليه وسلم بالذكر أنه إذا كان مقطوعاً له بان يد خل الجنة ثم لا يدخلها إلا برحمة الله فغيره يكون ذلک بطريق الاولیٰ قال الحافظ (١٤/٧٦) وسبق إلى تقرير هذا المعنى الرافعي في أماليه فقال لـمـاكان أجر النبي صلى الله عليه وسلم في الطاعة أعظم وعمله في العبادة أقـوم قيـل لـه ولاانـت أي لا يـنـجيک عملک مع عظم قدره فقال لا إلا برحمة الله انتهى. قال النووي (٢/٣٧٦) مذهب أهل السنة إن الله لا يجب عـليـه شـيء تـعـالىٰ الله بل العالم ملكه والدنيا والآخرة في سلطانه يفعل ما يشـاء فـلـو عذب المطيعين والصالحين أجمعين وأدخلهم النار كان عد لا مـنـه وإذا أكرمهم ونعمهم وأدخلهم الجنة فهو فضل منه ولو نعم الكافرين

وأدخلهم الجنة كان له ذلک ولكنه أخبر وخبره صدق أنه لا يفعل هذا بل يغفر للمومنين ويدخلهم الجنة برحمته ويعذب الكافرين ويخلدهم النار عدلاً منه وفي ظاهر هذه الأحاديث دلالة لأهل الحق أنه لا يستحق أحد الثواب والجنة بطاعته وأما قوله تعالىٰ أُدْخُلُوا الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ. وَتِلْکَ الْجَنَّةُ الَّتِيْ أُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ، ونحوهما من الآيات الدالة على أن الأعمال يدخل بها الجنة .فلا يعارض هذه الأحاديث بل معنى الآيات أن دخول الجنة بسبب الأعمال ثم التوفيق للأعمال والهداية للاخلاص فيها وقبولها برحمة الله تعالىٰ وفضله فيصح أنه لم يدخل بمجرد العمل وهو مراد الأحاديث ويصح أنه دخل بالأعمال أي بسببها وهي من الرحمة انتهى. بندہ محمد یونس عفی عنہ

لیلۃ القدر کی تعیین کا اٹھالیا جانا باعث برکت ہوا یا باعث حرمان

سوال: بخاری جلد اول ص:۲۷۱، باب رفع معرفة ليلة القدر لتلاحی الناس اور مسلم ۱/۳۷۰ میں ابوسعید خدریؓ کی روایت میں علامہ نووی نے رجلان یحتقان: کے ذیل میں لکھا ہے ''ان المخاصمة والمنازعة مذمومة وإنها سبب للعقوبة المعنوية'' حالانکہ عقلا یہ معلوم ہوتا ہے کہ خاص طور پر اس جگہ رفع تعیین لیل تو خیر و برکت کا باعث ہوا نہ کہ حرمان کا اس لئے کہ ابتغاء لیل کی وجہ سے پورے عشرہ کا اہتمام ہوگا بلکہ ہوتا ہے تو پورے عشرہ میں عبادت کا موقعہ ملا اور تعیین کی صورت میں اتکال کا خطرہ تھا جیسا کہ امور شرعیۃ کی بجا آوری میں کوتاہی پائی جاتی ہے اگر چہ دوسرے مقام پر منازعت حرمان کا باعث ہے تو یہ رفع تعیین عقوبۃ معنویۃ کیسے ہے نیز ایک واعظ صاحب

نے بھی اس رفع کو حرمان وقبیح کہا تھا اسی وقت یہ سوال ذہن میں آیا امید ہے کہ جواب عنایت فرمائیں گے۔

جواب: خصومت کا موجب نقصان ہونا ایک کھلی ہوئی چیز ہے: قال تعالی وَلاَتَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ لیلۃ القدر کی تعیین کا خیر ہونا تو ارادہ نبوی سے ظاہر ہے اگر اس کی تعیین خیر اور پسندیدہ نہ ہوتی تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بیان کے لئے باہر کیوں تشریف لاتے اور بہت سے کمزور کم ہمت لوگ اگر تعیین باقی رہتی تو نفع اندوز ہوتے لیکن منازعت اس خیر خاص سے محرومی کا سبب ہوگئی اگر معلوم ہوتی تو ہر شخص اس کی برکات حاصل کر سکتا تھا اب ہر شخص تو کیا بہت سے لوگ حاصل نہیں کر سکتے ہیں ایک رات کی بیداری آسان ہے پورے عشرہ یا پورے ماہ کی بیداری تو بہت ہی مشکل ہے لیکن اللہ تعالیٰ حکیم ہیں۔ وفعل الحکیم لا یخلو عن الحکمة یہ بھلادینا بھی خیر ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا فرفعت عسی أن یکون خیرا لکم اور اس میں خیریت یہ ہے کہ اس رات کے تلاش کرنے میں بہت سی راتوں کے قیام کا موقع مل جائے گا بہرحال اخبار واطلاع بھی خیر تھی اور اخفاء وعدم اظہار بھی اور دونوں کی جہت مختلف ہے اطلاع کی خیریت تو ظاہر ہے کہ ہر شخص کو یہ شرف حاصل کرنا آسان ہے اور منازعت کی وجہ سے اس نفع عام سے محرومی ہوگئی اور اخفاء کی خیریت اس وجہ سے ہے کہ صرف ایک رات کے قیام پر اتکال واعتماد نہ ہوگا بلکہ لیلۃ القدر کے حاصل کرنے کے لئے پورے ماہ یا کم از کم اس کے اخیر عشرے اور یا اس سے بھی اقل درجہ میں کئی رات کے قیام کا شرف حاصل ہوگا۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

اس حدیث کی تحقیق کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح سے ظہر تک اور نماز ظہر سے عصر تک خطبہ دیا

سوال :- میں نے کہیں پڑھا تھا کہ ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر کے بعد خطبہ دینا شروع فرمایا تو ظہر کا وقت آ گیا ظہر کے بعد سلسلہ پھر جاری رہا تو عصر و مغرب تک چلتا رہا تو میں عجیب وغریب وطویل خطبہ کی تفصیل جاننا چاہتا ہوں۔

دعا گو و دعا جو

سید انور ابن غوری بھونگیر اے پی

جواب : حدیث (مذکور) امام مسلم نے ذکر کی ہے لیکن اس میں کوئی تفصیل نہیں ہے، بہت مختصر ہے الفاظ حسب ذیل ہیں: **أبو زيد قال: صلى بنارسول الله صلى الله عليه وسلم الفجر وصعد المنبر فخطبنا حتى حضرت الظهر، ثم نزل فصلى، ثم صعد المنبر فخطبناحتى حضرت العصرثم نزل فصلى ثم صعد المنبرفخطبناحتى غربت الشمس فأخبرنا بما كان وبما هو كائن فاعلمنا أحفظنا انتهى۔**

حضرت ابوسعید خدری سے ایک مفصل حدیث ترمذی وغیرہ میں منقول ہے اس میں صرف عصر کے بعد کے خطبہ کا ذکر ہے اگر دونوں صحابیوں کی روایت ایک ہی واقعہ سے متعلق ہے تو ما بعد العصر کے خطبہ کی کچھ تفصیل مل جاتی ہے وہ حدیث مشکوۃ شریف (ص:۴۳۷) پر باب الامر بالمعروف کی فصل ثانی میں مندرج ہے۔

بندہ محمد یونس عفی عنہ

فرائض کے بعد امام و مقتدی کے ایک ساتھ ہاتھ اٹھا کر دعاء کرنے کی تحقیق

سوال: حضرت یہاں دعاء بعد الصلوۃ المفروضۃ کے متعلق حضرت والا کو تکلیف دیتا ہوں کہ ہیئت کذائیہ کے ساتھ یعنی امام و مقتدی مل کر ہاتھ اٹھا کر جب امام ہاتھ اٹھائے مقتدی بھی اٹھائے اور جب امام ہاتھ کو (چہرہ) مسح کرے مقتدی بھی کرے اس کو مستحب و مستحسن سمجھ کر کرے واجب و فرض کا اعتقاد نہ ہو بعینہ یہی صورت حضور ﷺ کے زمانے صحابہ و تابعین کے زمانے میں تھی یا نہیں اگر تھی تو کہاں کس طرح؟ اگر نہیں تو ہمارے اکابر مثلاً حضرت گنگوہی حضرت تھانوی حضرت سہارنپوری قدس اللہ اسرارھم کے عمل کیوں اس پر تھے۔

عبد المجید ڈھاکوی، چاٹگام

جواب: نمازوں کے بعد دعا کرنا حنفیہ و شافعیہ و حنابلہ کی کتابوں میں مستحب لکھا ہوا ہے:

قال النووی في شرح المهذب (٤٨٤/٣) يستحب أن يدعوا بعد السلام بالاتفاق وجاء ت في هذه المواضع أحاديث كثيرة.

وقال الموفق الحنبلي في المغني (ص ٥٩٨) ويستحب ذكر الله والدعاء عقيب سلامه.

اسی طرح دیگر مذاہب یعنی حنفیہ و مالکیہ کی کتابوں میں بھی مذکور ہے **قال صاحب الهداية في أواخر الكسوف: السنة في الأدعية تأخيرها عن الصلوة، وتبعه على ذلک المحقق ابن الهمام (ص٤٣٦) وصاحب**

البحر وابن عابدين وغيرهم فروع مالکیہ میں سے اس وقت میرے پاس کوئی کتاب نہیں ہے اور امام بخاری نے کتاب الدعوات (ص۹۳۷) میں مستقل باب الدعاء بعد الصلوۃ کا ترجمہ منعقد فرمایا ہے۔

رفع یدین عند الدعاء مستقل سنت ہے احادیث کثیرہ میں وارد ہے حضرت امام حافظ ذکی الدین المنذری نے انکوایک مستقل رسالہ میں جمع فرمایا ہے اور ایک معتد بہ مقدار امام نووی نے بھی شرح مہذب میں جمع فرمائی۔

وقال ابن تيمية في فتاويه (۵۱۹/۲۲) قد جاء فيه أحاديث كثيرة صحيحة اھ۔ البتہ شیخ الاسلام ابن تیمیہ نے دعاء بعد الصلوۃ المکتوبات کا ہیئت کذائیہ کے ساتھ انکار فرمایا ہے۔

قال في فتاويه (۵۱۷/۲۲): دعاء الإمام والمأمومين جميعا لاريب أن النبى لم يفعله في أعقاب المكتوبات إذ لو فعل ذلک لنقله عنه أصحابه ثم التابعون ثم العلماء كما نقلوا عنه ماهو دون ذلک.اھ.

وقال في موضع آخر (۵۱۹/۲۲) أما دعاء الإمام والمأمومين جميعا عقيب الصلوٰة فهو بدعة، لم يكن فى عهد رسول الله ﷺ بل إنما كان دعاءه في صلب الصلوة فإن المصلى يناجى ربه فإذا دعا حال مناجاته له كان مناسبا، أما الدعاء بعد انصرافه من مناجاته وخطابه فغير مناسب، إنما المسنون عقيب الصلوة هو الذكر المأثور عن النبيﷺ من التهليل والتحميد والتكبير اهـ.

وقال الحافظ ابن القيم تلميذ ابن تيمية في الهدى (۶۷/۱): أما الدعاء بعد السلام من الصلو ة مستقبل القبلة أو الماموين فلم يكن

ذلک من هديه ﷺ أصلاً ولا روي عنه بإسناد صحيح ولاحسن أما تخصيص ذلک بصلوتي الفجر والعصر فلم يفعل ذلک هو ولا أحد من خلفائه ولا أرشد إليه أمته وإنما هو استحسان راٰه من راٰه عوضا من السنة بعدهما'' والله اعلم.

وعامة الأدعية المتعلقة بالصلوة إنما فعلهافيها وأمر بها فيها وهذا هوالـلائق بحال المصلى فإنه مقبل على ربه يناجيه مادام في الصلوة فإذا سلم منها انقطعت تلک المناجات وزال ذلک الموقف بين يديه والقرب منه فكيف يترک سواله في حال مناجاته والقرب منه والإقبال عليه ثم يسأل إذا انصرف عنه ولا ريب أن عكس هذا الحال هوالأولى بالمصلى اھ۔

لیکن حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں اس کی تردید فرمائی ہے قال (۱۱/۱۱۳) وما ادعاه من النفي مطلقا مردود فقد ثبت عن معاذ بن جبلؓ أن النبيﷺ قال له: ''يا معاذ إني والله لأحبک فلا تدع دبر كل صلوة أن تقول الّٰلهم أعني على ذكرک وشكرک وحسن عبادتک''. أخرجه أبو داؤد والنسائی وصححه ابن حبان والحاكم وحديث أبی بكرة في قوله اللهم إني أعوذبک من الكفر والفقر وعذاب القبر كان النبیﷺ يدعو بهن دبر كل صلوة أخرجه أحمد والترمذي والنسائي وصححه الحاكم وحديث زيد بن أرقم سمعت رسول الله ﷺ يدعو في دبر كل صلوة ''اللهم ربنا ورب كل شئ'' الحديث أخرجه أبوداؤد والنسائی وحديث صهيب رفعه كان يقول إذا انصرف من الصلوة

"اللهم اصلح ديني" الحديث أخرجه النسائي وصححه ابن حبان وغيرذلک فان قيل المراد به دبر كل صلوة قرب آخرها وهو التشهد قلنا قد ورد الأمر بالذكر دبر كل صلوة والمراد به بعد السلام إجماعا فكذا هذا حتى يثبت ما يخالفه وقد أخرج الترمذي من حديث أبي أمامة قيل يارسول الله ﷺ أی الدعاء أسمع قال: "جوف الليل الأخير ودبرالصلوات المكتوبات" وقال حسن وأخرج الطبرى من رواية محمد بن جعفر الصادق قال: "الدعاء بعد المكتوبة أفضل من الدعاء بعد النافلة كفضل المكتوبة على النافلة"اھ۔

جب یہ ثابت ہوگیا کہ صلوات مکتوبہ کے بعد دعاء کرنا روایت سے ثابت ہے اور دعاء کے اندر مسنون یہ ہے کہ ہاتھ اٹھا کر کرے چنانچہ بہت سی روایات میں رفع یدین عندالدعاء وارد ہوا ہے اور بعض روایات میں ہے مسح الوجہ بعدالدعاء بھی ابوداؤد وغیرہ میں وارد ہے۔

ان تینوں کو ملانے سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنے میں اور منہ پر ہاتھ پھیرنے میں کوئی حرج نہیں ہے اور ابن السنی کی ایک روایت میں تو رفع یدین بعدالصلوۃ صراحۃً وارد ہے ولفظه عن أنس بن مالک عن النبیﷺ أنه قال: "مامن عبدبسط كفيه فی دبر كل صلوة ثم يقول اللّٰهم إلهي وآله إبراهيم وإسحاق ويعقوب واله جبرئيل وميكائيل وإسرافيل عليهم السلام أسألک أن تستجيب دعوتی فانی مضطر وتعصمني في ديني فإني مبتلي وتنالني برحمتک فإني مذنب، وتنفی عني الفقر فإني متمسكن إلاكان حقا على الله عزوجل أن لا يرد يديه

خائبتین" اھ۔البتہ اتنی بات ضرور قابل لحاظ ہے کہ اس طرح صلوۃ خمسہ کے بعد ہاتھ اٹھا کر مداومت کے ساتھ دعا کرنا کسی روایت میں ثابت نہیں ہے اگر کوئی مداومت کو بدعت کہے تو شاید غلط نہ ہوگا مگر یہ بدعت بھی اسی قبیل سے ہوگی جیسے کہ تراویح بالجماعت باامام واحد کے بارے میں حضرت عمرؓ نے ارشادفرمایاتھا: **نعمت البدعة هــــذه** جو بخاری شریف میں مروی ہے ہاں اگر گاہے دعا کرنا کسی وقت اس طرح چھوڑ دیں تو قابل انکار وملام نہیں ہے۔

فرق مسئلہ تراویح ومسئلہ دعا میں یہ ہے کہ تراویح اصلا وحقیقتاً بھی نماز و جماعت دونوں کے اعتبار سے فعل نبی ﷺ سے ثابت ہے اور دعاء بہیئت کذائیہ استدلالی حیثیت سے ثابت ہے واللہ اعلم اور ہمارے اسلاف قطب الارشاد حضرت گنگوہیؒ وحکیم الامت حضرت اقدس تھانویؒ وفخر المحد ثین حضرت اقدس سہارنپوری قدس اللہ اسرارھم نے جو کچھ عمل فرمایا ہے وہ بناء علی التعامل ہے اور امت کا تعامل اسی پر ہے **ولا تجتمع أمتی علی الضلالة** ارشادنبوی ہے۔

محمد یونس عفی عنہ

۲۲ ؍جمادی الاولی ۱۳۹۲ھ

حضرات صوفیاء کے تجویز کردہ اذکار واشغال کے بدعت ہونے کا شبہ اوراس کا جواب[1]

حضرات صوفیہ نے ذکر کی جو صورتیں اور تعداد وغیرہ ذکر کی ہیں یہ امراضِ قلب کے ازالہ اور تعلق مع اللہ پیدا کرنے کے ذرائع ہیں اور صدیوں کے مجربات ہیں اگر کسی کو

[1] پورا خط احقر راقم الحروف مرتب کتاب کے سوال کے جواب میں حضرت اقدس شیخ مدظلہ نے تحریر فرمایا۔

یہ اس کے بغیر کسی اور صورت سے یا محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ حالت حاصل ہو جاوے تو اسے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے اصل تو اعمال مسنونہ ہیں جیسے مریض جسمانی کا علاج دواؤں سے کیا جاتا ہے اور مضرات سے بچایا جاتا ہے لیکن اصل چیز جن سے بدن کو قوت حاصل ہوگی وہ مقویات اور اغذیہ ہیں اور حضرات صوفیہ نے ذکر کی جو خاص صورتیں تجویز کی ہیں وہ صرف اللہ تعالیٰ کا دل میں دھیان جمانے کے لئے ہیں پہلے لا الہ الا اللہ اور پھر الا اللہ اور پھر اللہ اللہ کا ذکر کراتے ہیں اول تو مصرح ہے **أفضل الذکر لااله إلاالله** اور ثالث بحذف حرف النداء یا بحذف المبتدا ہے، اور ثانی صرف ایسے ہے جیسے بچے کو **بسم الله الرحمن الرحیم** پڑھاتے ہیں تو پہلے بے،س زیر بِس میم، لام زیر مِل لام الف زبر لَا، ہ زیر ہِ رٹاتے ہیں پھر **بســــــم الله** کہلواتے ہیں اصل میں مرکب میں ذہن پر بوجھ کم پڑتا ہے اس لئے بسیط سے مرکب کی طرف چلتے ہیں اور ذکر میں بظاہر مرکب سے بسیط کی طرف چلتے ہیں پہلے نفی اثبات کراتے ہیں تاکہ توحید کا مفہوم دل میں اترے پھر ہلکا کر کے صرف اثبات کو رکھتے ہیں اور صرف اللہ اللہ کا ذکر بسیط کراتے ہیں کہ ذات حق بسیط ہے تو مفہوم توحید کے استحضار کے ساتھ جس کی طرف پورے کلمے سے دل کو متوجہ کیا گیا تھا ذات بسیط کے دھیان کو اسم بسیط سے دل میں جماتے ہیں خدا کرے یہ تمہارے لئے باعث سکون ثابت ہو اس وقت ذہن حاضر نہیں ہے **کیف مااتفق** جو آ گیا لکھ دیا۔

یہ تم نے صحیح لکھا ہے کہ منقول میں جو بات ہے وہ کسی چیز میں نہیں رسول اکرم ﷺ محبوب ہیں آپ کی ہر چیز محبوب کی ادا ہے اور ادائے محبوب، محبوب ہوتی ہے لیکن اس ادا کو پوری طرح ادا کرنے کی ضرورت ہے اور وہ بغیر تزکیۂ قلب کے ناممکن ہے اس لئے اس کا تزکیہ کرنا اور اس کے ذرائع اختیار کرنا بھی ضروری ہوگا اصل تو اعمال

مسنونہ کو سمجھو اور کرو بھی اور انہیں ہی کرنا ہے لیکن تھوڑی دیر کیلئے بطور علاج کے حضرات صوفیہ کا مجربہ نسخہ بھی استعمال کرو تا کہ پوری طاقت کے ساتھ اعمال مسنونہ کی ادائیگی ہو۔

اجتماعی ذکر میں صورت اجتماعیہ مطلوب نہیں ہے بلکہ اجتماع کے وجہ سے ایک دوسرے کو دیکھ کر رغبت وشوق کا پیدا ہونا مقصود ہے اور مزید یہ ہے کہ بعض مشائخ ذکر کے وقت قلبِ مرید کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تا کہ طبیعت لگ جاوے اور مرشد کی معیت میں سب کا ایک ساتھ ذکر کرنا مرشد کی توجہ کی تحصیل میں معین ہے جیسے مکتب کے حافظ سارے بچوں کو ایک ساتھ پڑھاتے ہیں اور سب پر نظر رکھتے ہیں لیکن یہ چیزیں مقصود نہیں ہیں اسی لئے اجتماع کے فوت ہونے کی صورت میں بھی سالکین تنہائی میں اپنے معمولات پورے کرتے ہیں۔

أخرج ابن ماجه (ص: ٢١) عن عبد الله بن عمرو: خرج رسول الله ﷺ ذات يوم من بعض حجره، فدخل المسجد فاذا هو بحلقتين: إحداهما يقرؤن القرآن ويدعون، والأخرى يتعلمون، ويعلمون فقال النبي ﷺ: كل على خير، وفي إسناده الإفريقي وهو ضعيف، وأخرج مسلم وغيره عن أبي هريرة أن رسول الله ﷺ قال: ما اجتمع قوم في بيت من بيوت الله يتلون كتاب الله ويتدارسوانه بينهم إلانزلت عليهم السكينة وغشيتهم الرحمة وحفتهم الملائكه وذكرهم فيمن عنده.

یہ حدیثیں اجتماعی ذکر کی فی الجملہ مؤید ہیں حضرت ابن مسعودؓ کی نکیر ممکن ہے کسی خاص امر کی بناء پر ہو مثلا وہ لوگ اس کو ضروری سمجھتے ہوں واللہ اعلم۔

حدیث کی کتاب کا مطالعہ اور عمل کا جذبہ بے حد مبارک ہے. **اللهم آتنا منه حظا وافرا ونصيبا تاماً.**

تمہارے خواب مبارک ہیں پانی میں تیرنا اور پار ہو جانا طالب کی ترقی اور کامیابی پر دلالت کرتا ہے اوپر اڑنا بھی عروج وترقی ہے عصا سنت ہے خواب میں لاٹھی ملنا مبارک ہے، میکائیل علیہ السلام کی لاٹھی ہونا برکت فی الرزق کی طرف اشارہ ہے چھوٹے بچے کا خواب میں ''إنی عبداللہ'' کہنا بھی اچھا ہے میرا گمان ہے کہ وہ تمہارا نفس ہے مبارک ہو اس کا شیخ کی گود میں کھیلنا یہ شیخ کی نگرانی وتربیت ہے مراد تمہارے شیخ ہیں حضور اکرم ﷺ کا کسی کو بوسہ لینا آپ کے رضا ومحبت کی علامت ہے مبارک ہے۔

حضرت مولانا مدظلہ سے ملاقات واستفادہ اور ان کی خدمت میں حاضری کی خبر سے بیحد خوشی ہوئی۔

میں اپنی تقریر کے بارے میں کیا کروں اور کیا کہوں جو اللہ مقدر کرے گا میسر ہوگا، تمہارے صلاح وفلاح کی دعا کرتا ہوں میرے لیے تم بھی دعا کرتے رہو ظاہری وباطنی امراض سے شفاء اور فلاح دارین کے لیے۔ حضرت مولانا علی میاں صاحب مدظلہ سے بشرط سہولت سلام مسنون ودرخواست دعاء۔

محمد یونس عفی عنہ

شب جمعہ ۳۰؍صفر ۱۴۰۳ھ

ایک صحابیہ کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک میں جوئیں دیکھنے والی روایت پر ایک اشکال اور اس کا جواب

سوال: صحیح بخاری ابواب الاستیذان میں پوری اور ''بـاب ركوب البحر، بـاب فضل من يصرع في سبيل الله، باب غزوة المرأة في

البحر، باب ما قيل في قتال الروم" میں ادھوری روایت "**بعضها عن أنس وبعضها عنه عن أم حرام بنت ملحان**" ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بحری غزوے کی بشارت اور ام حرام کی اس میں شرکت کی بشارت دی۔

اس روایت میں آنحضرت ﷺ کا ام حرام سے جس طرح کا معاملہ ہے یہ تو محرمیت کو متقاضی ہے مگر محرمیت ثابت نہیں ہوتی ابن عبدالبر وغیرہ نے رضاعی رشتہ ثابت کیا ہے مگر اس پر جو اعتراضات ہیں وہ اس دعوے کو ختم کر دیتے ہیں، حافظ ابن حجر نے فتح (۱۱/۶۳) عاجز ہو کر اسے آپ کی خصوصیت قرار دی ہے مگر یہ جواب پوچ ہے کوئی جاندار جواب آپ کے علم میں ہو تو رہنمائی فرمائیں۔ (مولانا) عبداللہ دہلوی

جواب: آپ نے تو دونوں جوابوں کو بالکل ہی بے وزن سمجھ لیا اب اس کے علاوہ اور کونسا جواب دیا جائے یہ تو مسلم امر ہے کہ اسلام نے مرد و عورت کے تعلقات میں حد بندی فرمادی ہے ایک بیوی کو چھوڑ کر باقی سب سے پردہ ہے گو اس کی نوعیت مختلف ہے، آدمی کو اپنے محارم نسبیہ کو ایک مخصوص حد میں دیکھنے و ملنے کی اجازت ہے اور غیر محارم میں بالکل ہی تنگی ہے، اب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ام حرام کے مکان پر تشریف لے جانا اور ان کے یہاں آرام فرمانا اور ان کا آپ کے سر کے بالوں کا تفتیش کرنا کسی جائز ہی شکل پر ہوسکتا ہے، ظاہر ہے یا تو رضاعی رابطہ تھا جیسا کہ حافظ ابن عبدالبر وغیرہ حضرات کی رائے ہے اور اس پر جو دمیاطی وغیرہ کو اشکال پیش آیا ہے وہ صورت رضاعت متعین کر لینے کی وجہ سے ہوا، اگر یہ کہا جائے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد عبداللہ کی طرف سے رضاعت کا تعلق ہو (اور اس کا معلوم نہ ہونا مضر نہیں کہ صورت کیا تھی)۔ تو محتمل ہے۔ سب سے احسن جواب خصوصیت ہی کا معلوم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اکرم ﷺ کو خاص

خصائص سے نوازا تھا جیسے چار سے زائد عورتوں سے نکاح اور بلا مہر کے نکاح فرمانا، سونے سے وضو کا نہ ٹوٹنا وغیرہ تو اگر یہ بھی ایک خصوصیت ہو تو کیا استعجاب ہے اور وجہ خصوصیت آپ کا معصوم ہونا ہے بہت سے ائمہ کا اسی طرف رجحان ہے نقلہ **القاضي أبوبكر بن العربي وحكاه العلامة سراج الدين بن الملقن عن بعض مشائخه وأقره وتابعهم الحافظ ابن حجر ثم العلامة السيوطي** اور قاضی عیاض کا انکار ضعیف ہے یہ حدیث خود اس کی ایک دلیل ہے دوسری دلیل حضرت ربیع بنت معوذ کے بستر پر بیٹھنا ہے جو بخاری شریف میں وارد ہے ربیع بنت معوذ اپنے شاگرد خالد بن ذکوان سے فرماتی ہیں: **جاء النبي صل اللّٰہ عليه وسلم فدخل حين بني علي فجلس على فراشي كمجلسك مني** نیز آپ کا اپنے قرین کے بارے میں ارشاد ہے: **ولكن اللّٰہ أعانني عليه فأسلم فلا يأمرني إلا بخير رواه مسلم**۔ ہاں اگر تفلیۃ الراس کسی راوی کا وہم ہوتا تو پھر سب اشکال حل تھا کیونکہ پھر یہ کہنا آسان ہوتا کہ وہاں اور کوئی ہوگا اور تفلیۃ کو بالوں کے چھونے پر محمول کر لیا جائے گو اس میں بعد ہے مگر اس صورت میں اشکال ختم ہو جائے گا۔ واللہ اعلم۔

محمد یونس عفی عنہ

شب دوشنبہ ۶ / جمادی الاولی

۱۳۹۷ھ

رسول اللہ ﷺ کا کرتہ شریف کتنا لمبا ہوتا تھا؟

سوال:- حضور اقدس ﷺ کا کرتا شریف کتنا لمبا ہوتا تھا۔

جواب:- حضرت اقدس ﷺ کے کرتے کے طول میں روایات مختلف ہیں

ففي سنن ابن ماجه (ص٢٦٤) عن ابن عباس قال: ''كان رسول الله يلبس قميصاً قصير اليدين والطول''.

وأخرج البيهقى فى الشعب كما في شرح الشمائل للمناوي ١٣٤/١. من طريق مسلم الأعور عن أنس: ''أنه ﷺ كان له قميص من قطن قصير الطول قصير الكم''.

ان دونوں روایتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ کا کرتا مبارک زیادہ لمبا نہ ہوتا تھا۔

''وأخرج الحاكم وصححه، وأبو الشيخ كما فى شرح المواهب ٥/٥ عن ابن عباس، أن رسول ﷺ لبس قميصاً وكان فوق الكعبين وكان كمه إلى الأصابع''.

وأخرجه ابن عساكر كما فى الجامع الصغير، ولفظه كان يلبس قميصاً فوق الكعبين مستوي الكمين بأطراف أصابعه، وبهذا اللفظ عزاه ابن الجوزي فى الوفاء إلى أبى الشيخ كما في شرح الشمائل للقارى ١٣٥/١ وأخرجه البيهقى فى الشعب بنحوه كما فى شرح المناوى للشمائل.

اس روایت سے حضرت ﷺ کی قمیص کا لمبا ہونا معلوم ہوتا ہے انھیں روایات کے اختلاف کی بنا پر علماء کے اقوال بھی مختلف ہو گئے علامہ ابن القیم زاد المعاد فی ہدی خیر العباد میں لکھتے ہیں ۳۶/۱: ''وكان قميصه من قطن وكان قصير الطول قصير الكمين''. اور علامہ قسطلانی مواہب لدنیہ میں تحریر فرماتے ہیں ۵/۵ وكان ذيل قميصه ورداءه إلى أنصاف الساقين.

لیکن دونوں حدیثوں میں کوئی اختلاف نہیں ہے بلکہ حضور اقدس ﷺ نے کبھی ایسا کرتا پہنا کبھی ویسا جیسا کہ حاکم کے لفظ "ولبس قمیص" سے صاف واضح ہے اور یہی بات بھی ہے کہ جو میسر آجائے پہن لیں لیکن فقہاء نے نصف ساق تک ہونے کو مسنون لکھا ہے جیسا کہ شامی نے کتاب الکراہیۃ میں تحریر فرمایا ہے غالباً یہ حضرات روایۃ ثانیہ کو راجح قرار دیتے ہیں اس لئے کہ اس میں تستر زیادہ ہے مگر یہ اسوقت ہے کہ جبکہ کوئی تکلف نہ کرنا پڑے ورنہ جو میسر ہو وہی پہننا چاہئے **وهو الثابت كما نبّه عليه ابن القيم**. واللہ اعلم۔ بندہ محمد یونس عفی عنہ ۱۴/رجب ۱۳۸۴ھ

پیر دبوانے والی حدیث

کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیر دبوائے ہیں؟

سوال: حضرتؒ نے کلکتہ میں ایک موقع پر جب میں پیر دابنے لگا تو مسکرا کر فرمایا کہ قبلہ حکیم صاحب پہلے یہ بتایئے کہ رسول اللہ ﷺ نے بدن دبوایا ہے میں نے شوخی کی اور عرض کیا کہ یہ معالجہ ہے جس کی تلقین حضرت رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے حضرت ہنس کر چپ ہوگئے اور میں پیر دابنے لگا آج آپ بیتی (۴/۹۹) پر حدیث کا ذکر پڑھ کر وہ واقعہ تازہ ہوگیا از راہ ذرہ نوازی حدیث کا حوالہ لکھوا کر روانہ فرمائیں۔

جواب: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پیر دبوانے کی کوئی مرفوع روایت تو یاد نہیں ہے ایک موقوف روایت منقول ہے:

"**روى السلفي عن ابن عباس اعتل أبي فعاده علي، فوجدني أضبط رجليه فأخذهما من يدى وجلس موضعي، وقال: أنا أحق بعمي**

منک، إن كان الله عزوجل قدتوفىٰ رسوله ﷺ وعمي حمزة فقد أبقىٰ لي العباس عم الرجل صنو أبيه، وبره به بره بأبيه، اللّٰهم هب لعمي عافيتک وارفع له درجتک واجعله عندک في العليين'' كذا في الزرقاني شرح المواهب (٣/٢٨٣).

البتہ ایک روایت میں پشت کا دبوانا منقول ہے اس سے پیر کا دبوانا بھی قیاساً ثابت ہوجائے گا:

قال الطبراني في المعجم الصغير (ص ٤٥) حدثنا إبراهيم بن يوسف البزاز البغدادي ثنا عبد الرحمن بن يونس الرقي ثنا أبوالقاسم بن أبي الزناد عن هشام بن سعد عن زيد بن أسلم عن أبيه عن عمرقال: دخلت على النبي ﷺ وغلام له حبشي يغمز ظهره، فقلت: ما شانک يا رسول الله ﷺ: فقال: ''إن الناقة اقتحمت بي. قال الطبراني: لم يروه عن زيد بن هشام لا عن هشام بن سعد إلا أبوالقاسم بن أبي الزناد وتفرد به عبد الرحمن بن يونس انتهى.

قلت: عبد الرحمن بن يونس الرقي هو عبد الرحمن بن يونس بن محمد الرقي أبومعمر ذكره الخطيب في تاريخه (١٠/٢٦٩) ونقل عن الدار قطني أنه قال: لا بأس به، وقال الذهبي في الميزان: صدوق، والحديث عزاه الهيثمي في مجمع الزوائد (٥/٩٦) إلى الطبراني فى الأوسط والبزار قال: ورجاله رجال الصحيح خلا عبدالله بن زيد بن أسلم وقد وثقه أبو حاتم وغيره وضعفه ابن معين وغيره اهـ.

(**فائده**) قال البخارى في التاريخ الكبير (١/١٦٥) قال إبراهيم بن طهمان عن عباد بن إسحاق عن أبيه عن ثابت بن عبد الله

بن الزبير عن سعد بن أبي وقاص رأيتني مع النبي ﷺ في ماء من السماء وإني لأدلك ظهره وأغسله. بنده محمد يونس عفي عنه

شادی میں لڑکی والوں کی طرف سے دعوت کرنے والی موضوع حدیث

سوال:۔ ابھی حال ہی میں ایک فتوی شائع ہوا ہے جس میں شادی کے موقع پر لڑکی والوں کو دعوت کرنا مسنون لکھا ہے اور مصنف عبد الرزاق (۵/ ۴۸۷) حدیث تزویج فاطمہ کا حوالہ دیا ہے اس کے بارے میں جناب والا نے ایک مرتبہ فرمایا تھا کہ یہ حدیث صحیح نہیں تو اس حدیث میں کیا سقم ہے اور وہ قابل احتجاج ہے یا نہیں؟

محمد زید مدرسہ ہتورا باندہ

جواب:۔ بیٹی والوں کی طرف سے دعوت کا مسنون ہونا اگرچہ بعض اہل فتوی نے لکھ دیا ہے اور مصنف عبد الرزاق کی ایک روایت پر جس میں حضرت فاطمہؓ کے نکاح کا مفصل تذکرہ ہے اعتماد کیا ہے جو امام عبد الرزاق نے (۵/ ۴۸۷) پر درج کی ہے لیکن اس کا راوی یحییٰ بن العلاء البجلی ہے: وهو متروک قاله الدارقطني وقال أحمد بن حنبل: كذاب يضع الحديث. نکاح فاطمہ کے سلسلہ میں اسی انداز کی ایک روایت ابن حبان (ص ۵۵۰) نے نقل کی ہے جس میں دعوت کا مضمون نہیں حافظ ابن حجر نے تہذیب التہذیب (۱۱/ ۳۴۰) میں اس پر نکارت کا حکم لگایا ہے اور حاشیہ موارد الظمآن میں لکھا ہے: والحديث ظاهر عليه الإفتعال میرے خیال میں یہ حدیث بھی موضوع ہے متروک راوی کی روایت سے مسئلہ ثابت نہیں ہو سکتا ہے جبکہ وہ متہم بھی ہو۔ واللہ اعلم۔ بندہ محمد یونس عفی عنہ